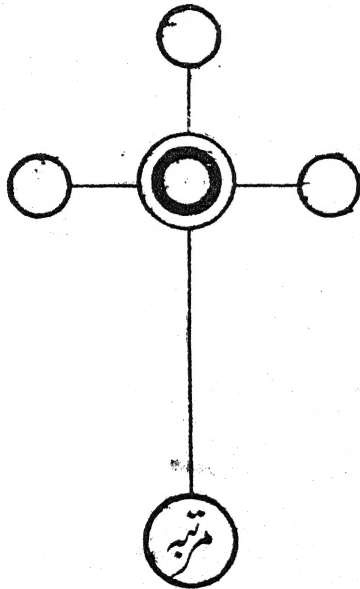


اردو زبان کے اچھے اشعار

بہ لحاظِ حرفِ تہجی



سید محمد عسکری باقری

MS. A. 11. 40.
388

نام مرتب :- سید محمد عسکری باقری
ڈپٹی کلکٹر (موظف)

باقری منزل 35-1-22 نور خاں بازار

حیدر آباد ۲۲-۱۷ پی ایٹیا

کتابت :- میرزا عادل نجی

مطبع :- اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدر آباد

تعداد :- (۵۰۰) سنہ اشاعت جنوری ۱۹۹۰ء

ملنے کے پتے

(۱) مکان مرتب :-

(۲) سلمان بک سنٹر دار الشفاء

حقوق بکری مرتب محفوظ ہے قیمت ۱۵ روپے

اب بھی داغِ رفتہ بہار ہے عرش پر
ان کے کھینچا ہے مگر ہاتھ داماں اپنا
آرزو سے چشمہ کو تر نہیں
ایک دن ہاتھ لگایا تھا تھے امن کو
ارض سما کہا تری وسعت کو پا کے
اقرار میں کہاں ہے انکار کی یہ خوبی
اک میں خار تھے آنکھوں میں سمجھی سوچے
ایک جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ ہے
ان گل خوں کی قابض ہے یوں ہو ہیں
آگے کو کھینچا کر میں دستِ طرح دراز
اٹھتے نہیں پلک سے تاہم تلک بھی آدیں
اتنی نہیں ہے دیدہ ورائی کہ غیر سے
ایک دم بھی نہ ملا ہم کو فساد
اگر کہیں تو کسی کو نہ اعتبار آئے

گو آسمان نے خاک میں ہم کو ملا دیا
کیا کروں گونہ کروں چاک گریبا اپنا
تشنہ لب ہوں شربت دیدار کا
اب تلک میرے خیال میں گریبان کے بیچ
میرا ہی لپٹے ہو کہ جہاں تو سما کے
ہمنا ہے شوق غالب اسکی نہیں میرے
بلبل خوش رہا اب تم گل و گلزار کے ساتھ
دہن کے چاک اور گریبان کے چاک میں
جس نگے چلکتی پھولوں کی ڈالیا ہیں
وہ ہاتھ سو گیا، سر ہاں دھڑے دھڑے
پھرتی ہیں دنگا میں پلوں کے سائے
آنکھیں لڑائی میں آنکھیں دکھائی
اس دل بے قرار کے ہاتھوں
کہ ہم کو راہ میں اک آشنائے لوٹ لیا

میر تقی میر

..

دلی اورنگ آبادی

حائم

خواجہ میر درد

میر تقی میر

شیخ قیام الدین قاسم

میر تقی میر

..

..

..

..

..

غلام حسن

تغیر اکبر آبادی

آپی کیا ہے اپنے گریبا کو ہم نے چا	آپی سیاسیانہ سیا پھر کسی کو کیا	نظر اکبر آبادی
امند کے آنکھ سے اکبار بہہ چلے آنسو	نفسی شہی میں جو ذکر و داریا آیا	خواجہ حسن
اک تو تھا آتش سوزاں بدنِ سرخ ترا	شعلہ بر شعلہ ہوا پیر بنِ سرخ ترا	خواجہ عیسیٰ آتش
ایک شب بلبل بیتاب کے جاگے نہ نصیب	پہلے گل میں کبھی خار نے سونے نہ دیا	" " "
امانت کی طرح رکھا زمینِ روزِ محشر تک	نہ اک سو کم ہوا اپنا نہ اک تار کفن بگڑا	" " "
آئے بھی لوگ سیکھے بھی اُنھیں کھڑے ہوئے	میں جا ہی صوندِ معاشری میں ہ گیا	" " "
اس ہلکا جاں آتش دیکھنے کیونکر بیٹھے	دل کو آئینہ نازک دل سے نازک خوئے دست	" " "
اس قدر اہل جہا کو ہے محبت زر کی	پیٹ میں مار سونے کا جو خنجر ہوتا	" " "
اے اہل ایک دن آخر تجھے آنا ہے دلے	آج آتی شبِ فرقت میں تو احسا ہوتا	امام بخش ناسخ
تو بگھیر کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے	مرے بھی چن نہ پایا تو کدھر جائیں گے	ذوق
اے شمع تیری عمر طبعی ہے ایک رات	رو کر گزار یا اسے پس کر گزار دے	"
آغند لیب مل کے کریں آہ و زاریاں	تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہا دل	رند بکھنوی
صدادی کہیں نا قوسِ دیر میں پھونکا	کہا کہاں تر عاشقی تجھے پکار آیا	رضا برق
اگر پائے سجدے کیا کیا کیا دلیل	میں کو چہ رقیب میں کبھی سر کے محل گیا	موتن خاموش
اللہ دی گری بہت و بت خانہ چھوڑ کر	موتن چلا ہے کعبہ کو اک پار سا کے ساتھ	" "
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے	کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی	" "

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکمت
 اسیر کر کے ہمیں حکم دے گیا صیاد
 ازل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
 ان حسنیوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ
 اپنی جیلوں میں ساکن مازی ہشتیا
 اس لیے چپ ہیں کہ کوئی نہیں سننے والا
 اگر حد سے گزریں تو بیشک حرام
 اتر گئی سہر بازہ شیخ کی گہری
 اہل عشر دیکھ لوں قاتل کو تو پہچان لوں
 اگر کچھ روہیں انجم آسمان تیرا ہے یا میرا
 اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
 آمین جو انمرداں حق گوئی و بیباکی
 اے بادِ بیابانی مجھ کو بھی عنایت ہو
 آئینہ میں وہ دیکھ رہے تھے بہارِ حسن
 اتر آئے آئینہ میں چڑھتے تھے میرا منہ
 اک معصوم ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ
 نفس ہوتنگ تو انکے نہ بال پر رکھنا
 اک جان کا زیاں ہے سوایا زیاں نہیں
 پوش آتا ہے تو آتا ہے ستا نادل کا
 اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت
 و نہ کہنے کو میرا لب گویا ہم ہیں غلام
 جو تھوڑی سی پی پی لی تو کیا ہو گیا
 گرہ میں دام نہ ہوں ادھار پی ہو گیا
 مجھ کو بھالی شکل تھی اور کچھ بھلا نام تھا
 مجھے فکر جمالیوں ہو جہا تیرا ہو یا میرا
 جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
 اللہ کے شیروں کو آتی نہیں دباہی
 خاموشی دل سوزی مسرتی در عنایتی
 آیا مرا خیال تو شراب کے رہ گئے
 دیکھا مجھے تو جھینپ گئے منہ چھپا لیا
 زندگی کا ہے کوئی خواب ہے دیوانے کا
 فانی بدایونی

فانی بدایونی	دکھی تیر منوں پہنسی آئی ہوئی سی	اک برق مڑو پہ لہرائی ہوئی سی
..	تو بھی مری طرح سے لٹا ہے ثناب میں	آ لے گل خردہ لگا لوں تجھے گلے
اقبال احمد سہیل	ابھی دیوار زنداں میں ہوا جانا، دریدا	ایسویں بھی ہو جائیں کچھ آشفۃ ستریدا
رضا علی جشت	ہائے وہ افسوں جو آخر کو فنا نہ ہو گیا	اس نگاہ شریکس نے کر دیا رسوا ہیں
آزاد بکھنوی	بھیدیں کھولنا چاہا وہ دیو انہ ہوا	اللہ اللہ حسن کی یہ پردہ داری دیکھئے
محمد ناصر علی ناظر	کہ ان کے پر کتر لیتے ہیں تب آزاد کرتے ہیں	ایسیرن قفس پر ظلم تو صیاد کرتے ہیں
جعفر علی خاں آثر	زنگ لایگا ابھی خون شہیداں کیا کیا	انگلیا اٹھنے لگیں ست خانی پہ سترے
تلوک چند ہر دم	اپنا تو پائے شوق سلاسل میں ہ گیا	اے پھر ہاں نشت محبت چلے جلو
محمد نوح نازوی	یہ بھی اک امر اتفاقی ہے	آپ ہیں ہم ہیں میں ہے ساتی ہے
حکمراد آبادی	ہم وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا	اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہل دل
..	آلے غم محبت تجھے کو گلے لگائیں	اب ان کا کیا بھروسہ وہ آئیں یا نہ آئیں
..	ظالم شراب ہے ارے ظالم شراب ہے	اے محبت پھینک اے محبت پھینک
..	تم جا جاؤ سن ہوا دم میں جان عاشقی	اؤ جابر ہم کریں پیدا نیا عالم کریں
بشیر حسین خاں جوش	اس کا غم ہے کہ بہت دیر میں بر باد کبا	اس کا رونا نہیں کیوں تم نے کیا دل بر باد
..	مشتوئے دے کے ہٹ گئے اجاب	اڑے آ یا نہ کوئی مشکلی میں
ناجور	ابھی حیات کے چہرے پہ آب ثناب نہیں	ابھی کچھ اور ہوا انسان کا لہو پانی

ایسا نہ ہو یہ دردِ دلِ زوال	ایسا نہ ہو کہ تم بھی مداوانہ کر سکو	تبسم
انہیں دیکھا تو زاہدؔ کہا ایمان کی یہ ہے	کہ اب انسان کو سجدہ و اہونے کا وقت آیا	بشیر
آنکھوں میں ہے اک گورِ غریبانِ تمتا	ہر آنک میں اک شوق کی تربتِ نغرائی	آندازِ انِ طاق
اونک پاش تجھے اپنی ملامت کی قسم	بات تو جب ہے کہ ہرزخم نکلاں ہو جا	شاہِ بیدم دارِ فنا
ادائے سن نے بخشی ہے طاقتِ پرواز	مجھے شوق میں اڑتا ہوں بالِ دہر نے کہا	احمد میر کا گوری
آزادی کی دھویں ہیں شہر ہیں ترقی کے	ہر گام ہے پسپائی ہر وضع غلامانہ	صدیقِ مجنوں
امید تو بند جاتی تسکین تو ہو جاتی	وعدہ نہ وفا کرتے وعدہ تو کیا ہوتا	جبراع حسن حسرت
اک عشق کا غم آفت اور اس پہ یہ آفت	یا غم نہ دیا ہوتا یا دل نہ دیا ہوتا	۔۔
انکھ تھارت بھی اور سستی کا پیمانہ بھی	ایک تھلکتے سا غریب ہے بھی ہے مینا بھی	سماۃ نظامی
اک بار مجھے عقل نے چاہا تھا بھلانا	سو بار جنوں نے تری تصویر دکھا دی	ماہر القادری
اک لہنشِ نگاہ میں اللہ یہ خلش	نشر کی نوک جیسے کلیجے میں ٹوٹ جا	عندِ تیب
آنکھ میں آنسو لب پہ خموشی	دل کی بات اب راز کہاں ہے	ماہر القادری
ان لبوں کو تھا گستاخیوں کا حوصلہ	ہم نے مانا عمر بھر وہ ہم کو ترسا مانا	اختر شیرانی
انہیں کو غمیٰ فاکا تھا اشتیاقِ بہت	ابھی کو عرضِ وفا مانا گوارا گزری ہے	جواد علی عابد
اک فقط مظلوم کا نالہ رسا ہوتا نہیں	اے خاں دنیا میں تیری ریت کیا ہوتا نہیں	بالِ مکہ عرش
اک شہر میں اک آہوے خوش چشم سے ہم کو	کم کم چھپتی نسبتِ پیمانہ وہی ہے	مخدوم محی الدین

اس عہد میں بھی دور کو تین کے پانچ صفت
 آئندوں کو بھی پیا جرعہ صہبا کی طرح
 ابھی آزادی انسان ہے فریب انسان
 اتنا بھی ہوش کس کو مری جستجو میں تھا
 اے موجِ بلا! کو بھی ذرا دجا پیرے بلکے سے
 اک ایسا راز دیا ہے مجھے چھپانے کو
 اپنی ہستی کی حقیقت کیا میں دینا چھونک
 ان کی معصوم اداؤں پہ نہ جانا اے دل
 اٹھ کر تو آگئے ہیں تری یزم سے مجھ
 اللہ اللہ کس قدر نازک ہے وہ دورِ حیات
 اک فصلِ گل کو لیکے ہی دست کیا کریں
 اک عقیدت ہے وضع داری ہے
 آنکھوں کی نیند لگا لوں خواب ہو گیا
 آگ بھی ان گھروں کو لگتی ہے
 ان کا ذکر ان کی تمنا ان کی یاد
 اکثر یہ زخم ترکِ محبت خدا گراہ
 بہر حال اپنی جوتی تھی سوکھی ہے
 ساغر و جام بنے دیدہ پریم کیا کیا
 دل انسان، نشانہ وہی انسانوں کا
 کب سے جہنم کے گردش دوران گذر گئی
 کچھ لوگ ابھی تک حل طوفانِ ظاہر کر رہے
 جسے چاہیں تو خود بھی چھپا نہیں سکتے
 کاش اہل بجاہ سوزِ غم جو پڑانوں میں ہے
 سادگی میں بھی قیامت کاغسوں ہوتا ہے
 کچھ دل ہی جانتا ہے کس دل سے آئے ہیں
 جس میں پھولوں پر کبھی شبنم لگا پڑے
 اتنی جو فصلِ گل تو گریہاں بھی چاہئے
 بے وفا سے نباہ کرتے ہیں
 میں سوچتا ہوں بھی کوئی زندگی ہوئی
 جن گھروں میں چراغ جلتے ہیں
 وقت کتنا قیمتی ہے آج کل
 گزرا چلا گیا ہوں دیارِ حبیب سے

محمد حمی الدین
 اختر انصاری
 شاہ عزیز رش
 روش صدیقی
 حسین حسن جذبا

.. ..

.. ..

.. ..

.. ..

.. ..

.. ..

.. ..

.. ..

.. ..

.. ..

.. ..

ان کا آنا حشر سے کچھ کم نہ تھا	اور جب ملے قیامت ڈھا گئے	نثار احمد نثار
اے حریص میکہ خونِ زندگی نہ پی	تو شراب اگر پیے تجھ کو پارسا کہوں	نثار واعدی
اغیار کو گل پیر مہنی ہم نے عطا کی	اپنے لئے پھولوں کا کفن ہم بنایا
اک نیم تبسم سے ہوتا ہے چمن زندہ	یعنی نفیسی سیکھے غنچہ دہنی پہلے
اہلِ کمال کا ہے پتہ تیرگیِ غم	ڈھونڈو میں چراغِ اندھیر جو گھر ملے
آنا ز محبت اور لڑو ماتمہ نکلا جانا	جیسے فی الہر کا اچھل دھکا جاسر کا جانا
آگے جہینِ شوق تجھے اختیار ہے	یہ دیر ہے یہ کعبہ ہے یہ کوئے یار ہے	.. خمار
اے دوست آجھی جا کہ میں تصدیق کر گویا	سب کہہ رہے ہیں آج فضا خوشگوار ہے
ایک کوزہ میں سما جائیگا دریا کیونکر	کس طرح رکھ کے لفافہ میں تمنا بھیجوں	ادا جعفری
اے دوست ہم نے ترکِ محبتِ باوجود	محسوس کی ہے تیری ضرورت کبھی کبھی	رضا ناصر
آئی تھی چند گام ہی بیوفا کے ساتھ	بھر غم بھر کو بھول گئی زندگی ہمیں	جاوید کمال
آنکھوں کا تو کام ہی ہے رونا	یہ گریہ بے سبب ہے پیارے
اے بادِ صبا ہم تو جب جانیں بہاائی	سوسن میں ہو گویا نئی نرس میں ہو بنیائی	رشید کوثر

ب

بلند آواز سے گھر ڈیال جتنا یہ غافل
 بے وقایتی کچھ نہیں تقصیر
 مال و پر بھی گئے بہار کے ساتھ
 بخودی میں ہم تو تیرا در سمجھ چھل گئے
 بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
 بے نیازی سے فریب بُتِ عیار نہ دے
 بتوں کو چاہے ہم تو عذاب ہی میں رہے
 بات بھی آپ کے آگے نہ زباں سے نکلی
 بُت کریں آرزو خدائی کی
 بندگی میں بھی وہ آزاد وہ خود ہیں ہم
 یک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
 بے عذر وہ کر لیتے ہیں عذریہ سمجھ کر
 بُت کو بُت اور خدا کو جو خدا کہتے ہیں
 بات کرنی تک نہیں آتی نہ تھی

کئی یہ بھی گھری تجھ عمر اور تو نہیں جتنا
 تجھ کو میری وفا تھی اس نہیں
 اب تو قہ نہیں رہائی کی
 اب خدا معلوم کعبہ تھا کہ وہ بیتخانہ تھا
 جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا
 ہم نہ مانیں گے خدا صورتِ انساں ہو گا
 شبِ فراق کئی روز انتظار آیا
 لیجئے آئے تھے ہم سوچ کے کیا کیا دلیں
 شان ہے تیری کبریائی کی
 اُلٹے پھر آئے در کعبہ اگر ورنہ ہوا
 کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی
 یہ اہلِ حروت ہیں تقاضہ نہ کریں گے
 ہم بھی کہیں کہ تجھے کچھ کیا کہتے ہیں
 یہ ہمارے سامنے کی بات ہے

محمد شاہ کراچی
 سید محمد میر اثر
 میر
 طالب جے پور
 آتش
 رحیم الدین جہا
 وزیر علی بک
 محمد علی بک
 سید خاندان
 غالب
 شیفتہ
 داغ

برق نے اک طرزِ مینائی مریکھا تو کیا
 بلایا موت کو برسوں میں التجا کر کے
 بند کی آنکھیں تو پایا تھکواے پردہ نشین
 بات ساقی کی نہ ٹالی جائے گی
 پچھن ہی یہ کہتے ہیں انداز آپ کے
 بلا سے ہو پا مال سارا زمانہ
 باغیاں آگ دی جب آشیانے کو مگر
 باغ بہشت مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں
 بے خطر کو درپڑا آتشِ غرور میں عشق
 بنم انبیار میں ہر حید وہ بیگناہ ہے
 برق کو ایر کے دان میں چھپا دیکھا ہے
 بھلا وہ خاطر آزرہ کی تسکین کیا جا
 بلا تقصیر مجھ سے کھنچ گئے یہ یا نہیں اچھا
 بری ہر شے نہ بد کی جگہ بدلنے سے
 بھون کے حال پوچھتے ہیں تاک تو بنے دو
 بتوں کو دیکھ کے سب نے خدا کو پہچانا

سینکڑوں تپاں ہیں ایسی خاطرِ ناشاد میں
 خدا کے پاس چلا ہو خدا خدا کر کے
 وسعتِ حدِ نظر سے دور لیکن دل کے پاس
 کر کے توبہ توڑ ڈالی جائے گی
 جوابِ دل ہیں وہ ہمیں لبرِ نبائیں گے
 نہ آئے تمہیں یاؤں کھنا سمجھل کر
 جن پہ تکیہ تھا وہی تپے ہوا دینے لگے
 کارِ جہاد راز ہے اب مرا انتظار کر
 عقل ہے محو تماشا لبِ بامِ ابھی
 ہاتھ آستہ مرا پھر بھی دیا کر چھوڑا
 ہم نے اس شمع کو مجبورِ حیا دیکھا ہے
 جنہوں نے خود کمانی خود پرستی زندگی بھر کی
 عدوئے تکلف مل گئے یہ سادگی اچھی
 چین میں آگے بھی کانٹا گلاب نہ سکا
 جس سے بچنے چینی دل کی ایسی تسلی رہنے دو
 خدا کے گھر تو کوئی بندہ خدا نہ گیا

صبر علیٰ نسیم
 سچو درہم
 جلیل مانگیوری
 آفتابِ قمر
 اقبال لاہوری
 حشر مومانی
 وحید الدین سکیم
 خواجہ علی دشت
 آرزو بکنوی
 ایس بکا جگر

بس ایک سیہ دیوار یا رکھا کم سے
 بکھتی ہی نہیں اب کسی صورت سے مری پیا
 بہت حسین سہی صحبتیں گلوں کی مگر
 بڑی دولت دینا کا کسی پر نہیں ہوتا
 بہت قریب کہیں سکر رہا ہے کوئی
 بہت لطیف ہیں کیفیتیں محبت کی
 برقِ ناحق چمن میں ہے بدنام
 بخود ایسا کیا خود شبِ تنہائی تے
 ہلکی ہلکی نگہ نازِ خدا خیر کرے
 بہار آئی ہے بلبلِ دردِ دل کہتی ہے پھولوں
 بہار میں سہم آئیں کھل جائیں کلیاں
 جھلائی دل سے شامِ غربت ہر ایک نقشہ ہر ایک صورت
 لئے خوں آتی ہے صحرائے تنہا سے مجھے
 برق تھا اضطرابِ دل لیکن
 بادہ کشی حرام ہے یا زندگی حرام
 بے صحبتِ خسارِ اندھیرا ہی اندھیرا

اٹھائے سر سے مرے سایہ آسمان اپنا
شائد مرا مقصد ہی میری تشنہ لبی ہے
وہ زندگی ہے جو کانٹوں درمیان گذرے
مگر دنیا یہ دنیا ہے کی ہریاں کرب تک
رگ جنوں ہے رگ گل ہے یارِ گ جان ہے
وہ بوا ہو جسے جو کرتا ہے حبیبِ دین چاک
آگ پھولوں نے خود لگائی ہے
صبح شمع جلا دی تیرے سودائی نے
حسن میں عشق کے انداز خدا خیر کرے
کہ تو میں بھی اپنا درد دل تم سے بیاں کروں
جو ہو تم حین میں کمی مسکرا دیں
ہمارے اکٹھے ہیں لیکن ایک فروغِ صبح وطن بیانی
کھیلنا ہوں دل و دلی کا سکار آج کی رات
آرزوؤں کا باغ حل نہ سکا عرشِ ملیاتی
تقصیق گزارا ہو غم روزگار سے
گو جامِ دی، وہی میخانہ وہی ہے محمد مصطفیٰ الدین

بھولے تو نہ ہوں گے وہ تجلی کی حکمت
 بہر حالت بتوں کو پوچھتے ہیں
 بہت مشکل ہے دنیا کا ستورنا
 باغ رشک، تنہا روی پر و شوق
 بس ایک موج تبسم بس کہ فریبِ نشاط
 باغبان ہوش کہ برسم ہے مزاج گلشن
 بحرِ ترے کوئی موضوع گفتگو ہی نہیں
 بھٹک رہے ہندوؤں میں کاوانِ خیال
 بہار جب بھی جن میں دیئے جلاتی ہے
 بڑی امید لگائے ہوں شلم غم سے مگر

بڑی امید لگائے ہوں شلم غم سے مگر
 بدلتے ہیں شکستِ ظفر نیک ہاتھ میں

وہ تذکرہ داغِ جگر یاد تو ہوگا
 بہر صورت بہار ابھی خدا ہے
 تری زلفوں کا بیج و خم نہیں ہے
 ہم سحر کوئی نہیں دوری منزلی کے سوا
 خزاں نصیب بہار کی زندگی کیا
 ہر کلی ہاتھ میں تلوار لئے پھرتی ہے
 عجیب حال ہے ترکِ تعلقات کے بعد
 بس اب خدا کیلئے کاٹیں ستوار وہی
 ہجوم گل سے مجھے تیری آنخ آتی ہے
 جو شامِ غم بھی بسر ہو گئی تو کیا ہوگا
 ہزار ادبکھنوی

جو شامِ غم بھی بسر ہو گئی تو کیا ہوگا
 اکئی ہاتھ کٹ کر جا کر ہاتھ ایک ہاتھ میں

پ

پگڑی اپنی سنبھالے گا سیر
پایا ہے مرے دل نے محبت کے صلہ میں
پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جاتا ہے
پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں
پھول تو دودن بہا رہا نافراد کھلا
پاس میں کفر میں رہا ملحوظ

پکڑے جا ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
پتا پتا دھام سخت فریب آشیانے کے
پلا دے اوکے ساتی جو منہ سے نفرت ہے
پھر کسی کام کا باقی نہیں رہتا انسان
پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش عقل
پہنچی پہا بھی شیخ ویرمن کی گفتگو
پروانے اپنی آگ میں جل کر ہوئے تمام
پیر ابن خوشی وضع سے آتی ہے لپٹ سی

اور بستی نہیں یہ ولی ہے
زخموں سے مہکتا ہوا گلزارِ تمنا
جانے جاگل ہی جا بیاغ تو سارا جاتا ہے
اس شوقی میں عزتِ سات بھی گئی
حسرت ان غنچوں پہ جو بن کھلے مرجھا گئے
بت کو پوچھا خدا خدا کر کے

ذوق
عبداللہ خاں لکھنوی

آدمی کوئی ہمارا دم تھریر بھی تھا
اٹنے نہ پاتے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے
پالہ گر نہیں دیتا نہ دے شراب تو دے
سخ تو یہ ہے کہ محبت بھی بلا ہوتی ہے
عشق گر مصلحت اندیش ہو تو خام بھی ہے
اب میکہ بھی سیر کے قابل نہیں رہا
اب کوئی بارِ خاطر محفل نہیں رہا
لبوس سے خوشبو سے بد نگھیل رہی ہے
اقبال آبادی
اقبال لاہور
اقبال احمد سہیل
ایں نگاہِ خلیفہ کا
فراق گورکھ پوری

بائے صنم اور جبینِ حرم نواز
 تو چھنے والے بھری ازم میں قاتل کو نہ پوچھ
 پھر بلا بھیجا ہے بھولوں کے گلستاؤں سے
 پھر مردگی لگال پہنسی جب کوئی کالی
 پیو کہ مفت لگا دی ہے خونِ دل کی کشید
 پھر نکلا دیوانہ کوئی پھونکے گھر کو
 پی لیا کرتے ہیں جینے کا تمنا میں کبھی
 پھر وہی اختر شماری کا نظام
 پھیلے ہوئے شیعوں سے دل کتنے بنا ہیں
 پستی زمین سے ہے رفعتِ فلک سے قائم
 پھیلا فضا میں نغمہ زنجیرِ مرجب
 پھر لیٹ کر نگاہ نہ آئی

ت

جن شاعروں کے نام کے نیچے لکیر لگائی گئی ہے ان کے وہ اشعار
اور بھی زیادہ اچھے ہیں ویسے یہ تمام اشعار خود منتخب ہیں۔

تہمتیں چننا اپنے ذمے دھڑ چلے	جس لئے آئے تھے سوہم کر چلے	خواجہ میر درد
تناسب پر اعضا کی اتنا تختہ	بگاڑا تجھے خوبصورت بنا کر	میر
تب عالم سستی کا مزہ ہے کہ پڑی ہو	گردن پہری اس بتِ مخمور کی گردن	انشاء
تم نے کیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمیں	ہم نے تمہارا دین سب کچھ بھلا دیا	ظفر
تم سے بیجا ہے مجھے اپنی تباہی کا ٹکڑہ	اس میں کچھ شائبہ خوبی نقدیر بھی تھا	غالب
تم مے پاس ہوتے ہو گو یا	جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا	غالب
ترپتی دیکھتا ہوں جب کوئی شے	اٹھالیتا ہوں اپنا دل سمجھ کر	امیر تقسیم لکھنوی
تم کو آتا ہے پیار پر غصہ	ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے	غالب
تھک کے بیٹھوں تو یہ کہتا ہے جنوں	دو قدم کو چہ رسوائی ہے	غالب
تجھ سے مانگوں میں تمہی کو کہ کبھی کچھ مل جائے	سو سوالوں سے یہ ایک سوال اچھا ہے	۔
تغزیرِ جرمِ عشق ہے بے صرفہ محبت	برقعاً ہے اور ذوقِ گنہ یا سزا کے بعد	حالی

تمناؤں میں الجھایا گیا ہوں
 توبہ سے بہاری بوتل اچھی
 تمنائیں بہت ہیں وقت کم ہے
 تم آؤ مرگِ شادی نہ آؤ مرگِ ناکامی
 نور اور وہ شوق کا منزل نہ کر قبول
 تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
 تیرے آزاد بندو کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا
 تحلیل ہو رہی ہے مری نور ہر نفس
 تارِ نشین کھیل سہی صیاد مگر اتنا سُل
 نہ بھولوں کہ آگے ہمت شرح و بیار کھدی
 تو وہ قاتل ہے کہ ہر وار ترارِ رحمت ہے
 تمہیں بھی خبر ہے جو تم کہہ گئے ہو
 تجاہلِ تغافل، تیرے ستم، تکلم
 تم ہی نہیں ہو کچھ اے زرد پتیو برباد
 ترادھاں بڑی چیرے لگے دست
 تونہ چاہے تو تجھے پاک بھی ناکام رہیں

کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں
 جب ٹوٹی ہے جام ہو گئی ہے
 کسے دیکھوں نگاہِ واپس سے
 نظر میں اب عدم کو بھی ہے اور یو بھی
 لیلیٰ بھی ہمنشیں ہو تو محل نہ کر قبول
 مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
 یہاں مرنے کی پابندی پابندی کی پابندی
 تعمیر کائنات میں کام آ رہا ہوں میں
 جب عشق کی دنیا لٹی ہے تب کائنات ہوتا
 زبان بے لنگر کھدنگاہ بے زبان کھدی
 میں زخمی ہو کہ ہر زخم ہے اک تازہ علاج
 خود اپنی اداؤں سے سحر ہو کر
 یہاں تک تو پہنچے وہ مجبور ہو کر
 فریب خوردہ رنگ بہار ہم بھی ہیں
 وصال کو مری دنیا آؤ نہ بنا
 توجو چاہے تو غم بھر بھی آساں ہو جا

شادِ عظیم آبادی
 ریاضِ حیر آبادی
 سراجِ لہریں سال
 اقبال

سیما بکری آبادی
 اقبال احمد سہیل
 اختر گوڈوی

جگر مراد آبادی
 خوش ملیح آبادی
 فراق گورکھ پوری

کے کرم کے معاملہ کو تم سے کرم ہی یہ چھوڑا تو
 تری برق بجلی کے چلن ہم سے کوئی پوچھے
 تم جو چاہو تو مرے درد کا درماں ہو جاؤ
 تیرے بغیر تلخی کام و دہن حرام
 تری طہر سے یاد توں فریب و قاف
 تم توہیں کو کہتے تھے تم کو یہ کیا ہوا
 تشنگانِ ذوق! اس صحرائے مہجی الگ
 تیرے نعروں سے لگ لگ میں تر تم پیدا
 تمناؤں کو زندہ آرزوؤں کو جواں کر لوں
 تم افسانہ قیس کیا پوچھتے ہو
 تخلیقِ کائنات کے دلچسپ جرم پر
 تم جفا پر بھی تو نہیں قائم
 تری نظر گدلوں کے چراغ جل اٹھے
 یوں کی خبر کہا جو ہو پرہ درہ نظر کہاں
 تمہیں رہا سر جھنپا پڑ گیا ہے
 تکیں دل غروں پہی رہی سوئی گئی فراموشی گئی

ی مروتاں رکھ دے مری فنا کا حساب کر دے
 چمکتی ہے تمہیں لیکن کہیں معلوم ہوتی ہے
 مشکل ہے کہ شکل مری آساں ہو جائے
 دردِ جگر ہے لذتِ دردِ جگر نہیں
 دل حزین مگر اب بدگمان ہے مجھ سے
 دیکھو کنول کے پھولوں سے شبنم چھلک نہ جا
 پاؤں روتو الٹا ہے سمندر سامنے
 عشرتِ روح ہے ظالم تری آواز نہیں
 یہ شرمیلی نظر کبھی تو کچھ گستاخیاں کر لوں
 ادھر آؤ ہم تم کو لیلیٰ بنا دیں
 ہنسا تو ہو گا آپ ہی نیراں کبھی کبھی
 ہم وفا عمر کبیر کریں کیونکر
 انہیں چراغوں سے دنیا نے روشنی پائی
 ہیں ہزارا نظر گستاخاں نہیں ایک محرمِ رنگ و بو
 ہماری بیکسی کی انتہا ہے
 اس سوئی گم کو کیا کہئے پہلا بھی ترپا بھی گئے
 حجاز

حقیقۃً جالندھری
 منظرِ خیر آبادی
 شاہِ سیدِ اورتی
 ڈاکٹر محمد بن ماسٹر
 غنیمتِ شادانی

عبدالمجید عظیم آبادی

واقف بریلوی
 شاد غازی

تری زلفوں کو کیا سلجھاؤں اے دست	مری اہلوں میں بیچ و خم نہیں ہیں	میں اکرا با دیا
لنگ و تازہ پیہم ہے میراثِ آدم	مرے منظر کچھ جہاں اور بھی ہیں	ساحبِ صوفی
تسلیم ہے سعادتِ ہوش و خرد مگر	جنے کے واسطے دلِ نادان بھی چاہئے	”
تیری منزل پہ پہنچا کوئی آسمان نہ تھا	سرِ عقل سے گزرے تو یہاں تک پہنچے	حفظِ شہزاد
تجربہ ہے کہ دشمنی اکثر	دوستی کے لہو سے ملتی ہے	احسان
تمام وسعتِ کونین کو ڈبو دیں گے	چھلکے جو کہیں اس نظر کے پیمانے	اقبال صوفی
تیرے قریب سے گزرا ہوا اس طرح کہ مجھے	خبر بھی ہو نہ کی میں کہاں گزرا ہوں	جگن ناتھ آزاد
تو نے وہ سوز دیا ہے کہ اہلی تو بہ	زندگی آگ کے شعلے میں لبر ہوئی ہے	نثار اداوی
ترا کا سیرِ عالم ہے نہ لگستاں میں ہے ٹھہرنا	یہ کلی کلی کے قریب میں کہاں ہے بادِ سحر پری	نثار واحدی
تمہاری رخی نے لاج رکھ لی بادِ خانہ کی	تم آنکھوں پر لادیتے تو میخانے کہا جاتے	قیس شفقانی
تصویر بنا ہوں تصویر نہیں بنتی	اک خواب دیکھا ہے تعبیر نہیں بنتی	خامد باد بکوی
تایخ کائنات عبارتِ جنوں سے ہے	عنوانِ عقل و ہوش، دیوانگی کی بات	پیام فتحپوری
تیری دنیا کیلئے ہوش و خرد ہیں درکار	ہم مگر ہوش و خرد ہی خفا رہتے ہیں	شیو پراجا وید
تمہیں پتا نہیں سکتا مگر اتنا بھی کیا کم ہے	کہ کچھ جس خوابوں کے کرجی لیا میں نے	ساحرِ لدھیانوی
نصرتِ عصمتِ کونین اس مخدوبِ الفت پر	جو ان کا غم چھپا اور خود بدنام ہو جا	صفر خاشتری
تری نگاہ سے آخر عطا ہوئی دل کو	وہ اک خلش کے غم دو جہاں سے ملتی ہے	سیف الدین سیف

تیری زلفوں کو چھیرتی تھی صبا
 تیری قرآن کی باتیں کسمپرسی بھولیں گی
 ترک الفت کو زمانہ ہوا لیکن اے دوست
 تنہیزِ خار و گلُ دستورِ گلچیں
 خود پریشان ہو گئی ہو گئی
 سنے بے انہیں راتوں میں عمر بھر کے مجھے
 دل میں یادوں کے چراغ اب بھی جلا کر تہیں
 نگاہِ باغیاں میں خار بھی ہے
 تو قلب میں آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
 میں جا گیا اب تیری پہچان یہ ہے

ط

کھاتی تھی جی میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم | پر کہا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم
 لوٹے ہو خواہوں نے ہم کو یہ کھایا ہے | دل نے جسے پایا تھا آنکھوں نے گنوا یا ہے
 ٹپکے جو اشک و لوٹے نہ آداب ہو گئے | کتنے عجیب عشق کے آداب ہو گئے
 مومن شکیندر طا مشہدی

ج

جان تجھ پر کچھ اعتماد نہیں
 جبکہ ایسا ہو گندی معشوق
 جوش جنوں کے ماتھے سے فصل بہار میں
 جگر کی آگ بجھے جس سے جلد دہشتے لا
 جز غم و درد و یاس و رنج و تعب
 جانا ہے سوئے وادی غربت حال زار
 جنوں پسند مجھے چھاؤں، ببولوں کی
 جاتے ہوئے کہتے ہو قیا کو ملیں گے
 جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی صفت رات
 جو چپ ہو تو جنوں دل میں جوش کھاتا ہے
 جی چاہتا ہے صفت صانع یہ ہوں نشا
 جذبہ عشق سلا ہے تو انشاء اللہ
 جان دینے کے سوا اور کبھی تدبیر کروں
 جہاں تک ہو سیر کی زندگی گالی خیاں میں

زندگانی کا کیا بھر و سہ ہے
 نت گنہگار کیوں نہ ہو آدم
 گل سے بھی ہو سکی نہ گریبا کی احتیاط
 لگا کے برف میں ساقی صراحی سے لا
 ہم نے دنیا میں آ کے کیا پایا
 اہل وطن معاف ہو میرا کہا سنا
 عجب بہار ان زرد و زرد پھولوں کی
 کیا خوب قیا کا ہے گویا کوئی دن اور
 بیٹھے ہیں تصور جہان کے ہوئے
 نفاں کروں تو گریبا دیا دیتا ہے
 بت کو بٹھا کے سنا یاد خدا کروں
 کچھ دھامیں چلے آئینے سرکار بندھے
 ورنہ یہ بات تو ہم اس سے سوا کہتے ہیں
 بنا دیتا ہے کمال بیٹھا صفا کمالوں میں

سراج الدین آزاد

نجم الدین آبرو

خواجہ میر درد

انت

ظفر

نواب علی خان

ناسخ

غالب

انت

پند دیا کریم

امانت بکھنوی

داع

میر محمد حلاج

شاہ عظیم آبادی

جام مٹے تو شکن تو بہ مری جام شکن	سامنے ڈھیر میں ٹوٹے ہوئے سیمائوں کے	رہیں تیرا باد
جی اٹھے شہر میں پھر جی گئے گزروالے	یاں بھی پیدا ہوئے پھر آپ پہ مردالے	” ”
جس دن سے حرام ہو گئی ہے	سے خلد مقام ہو گئی ہے	” ”
جب میں چلوں تو سایہ کبھی اپنا نہ ساتھ	جب تم چلو زمین چلے آسماں چلے	جلیل مانگپوری
جو میں سر بسجود ہوا کبھی تو زمیں آنے لگی ہوا	ترادل تو ہے آشتا تجھے کیا ملیگا مازیا	اقبال
میں کھیت سے دہقا کو میسر نہ ہو روزی	اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو	” ”
جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں	نیزو کو گنا کرتے ہیں تو لا نہیں جاتا	” ”
جب عشق سکھانا آداب خود آگاہی	کھلتے ہیں غلاموں پر انداز شہنشاہی	” ”
جہاں ہلایاں رت خوشید جیتے ہیں	ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے	” ”
جنت میں خاک بادہ پرتوں کا جی لگے	نقشے نظر میں صحبت پیرنیاں کے ہیں	حکیمت
جینا بھی آگیا مجھے مرنا بھی آگیا	بیچانے لگا ہوا تمہاری نظر کو میں	صغیر گوٹروی
جوشِ شباب نشہ صبا، ہجومِ شوق	تعبیر یوں بھی کرتے ہیں فصلِ بہار کو	” ”
جو سر پہ تاج سکندر بھی ہو تو دنیا میں	بشر کو چاہے ہرگز نہ سراٹھا کے چلے	تلکوک چند محروم
جھوٹی ہے ہر ایک مسرت	روح اگر تسکین نہ پائے	جگر مراد آبادی
جاسی شے کی مجھے عشق میں کچھ قدر نہیں	زندگی جیسے کہیں میں بڑی پائی ہے	سراج لکھنوی
جس پر دگی نیچے نگاہیں باتیں نرمی	مخاطب کون کر سکتا ہے تم کو لفظِ قاتل	جوش ملیح آبادی

داکتر محمد دین
 غنایب شادانی
 علی محمد علم
 خوشتر کند او
 زو تن لال
 بهار
 روش صدیقی
 احسن خدی
 احمد سرور
 رض احمد فیض
 احمد صدیقی
 مان دانش
 عر کهنوی
 حسن احتشام

کسی بہانے لبِ جو نکل ہی آتے ہیں
کچھ ایسی ہی ہماری زندگی ہے
میرا خیال ہے کہ انسان بن گئے
کس چیز پر انساں بسر ادا کرینگے
خود اپنی مشکلوں کو بڑھا لگا ہوں میں
جو دے گئے وہ غم کو چیا کہتے آتے ہیں
خروجِ زندگی کو آہ کتنا مختصر جانا
جھوٹوں میں بو تو ہو تکتہ مکانوں میں نہیں
ایسی شکستہ کشتی رسا حل کی تنہا کون
جوا کون بھر کا پی ہے اس گ کوٹھن اکون
انہیں ہمارے ملام سے آگہی کیا ہے
انہیں پسند انہیں نا پسند کیا کرتے
زندگی کا بڑی مشکل سے لقیں ہوتا ہے
خود سری سر جہ کا کے چلتی ہے
اگے وہ جو کہیں پاس تو پھر کیا ہو گا
بڑے ریاض وہ تلخی حیات ملی

جناب شیخ وضو کے لئے سہی لیکن
جگہ میں بیس لب ہنسنے پہ مجبور
جو لوگ جان بوجھ کے نادان بن گئے
جنت میں نہ مئے ہے نہ محبت نہ جوانی
جب فریبِ زلیت میں آنے لگا ہوا میں
جو بواہوس تھے ہٹے سہم گئے سمٹ گئے
جلا کر اک چرائے ترک دنیا تو نے اے زاہد
جس کو کہتے ہیں محبت جسکو کہتے ہیں حلوس
جب تھی ناوِ سالم تھی ساحل کی تنہا سکو
جو آگ لگائی تھی تم نے اسکو تو بھایا ترکوں
جنہیں خبر نہیں طوفاں کی زندگی کیا ہے
جگہ جگہ پہ تھے ماصح تو کو یہ کو دلیہ
جب کوئی فتنہ ایام نہیں ہوتا ہے
جب جوانی کی دھوپ ڈھلتی ہے
حق کی دوری میں یہ لڑ ہے کہ بیتاب دل
جو زندگی کیلئے زہر بھی ہے امرت بھی

جاگی جاگی ہوئی بلکین یہ آغوشِ جمال
 جو عددِ درج میں کس کیسا اُسے اتفاقِ سحر
 جب تذکرہ شعلہ رُخاں ہوتا ہے
 جل کے آشیاں اپنا خاک ہو چکا کرب کا
 جیو تو ایسے جیو جیسے سب تمہارا ہے
 جاتا تو ہوں میٹھا میں لیکن غمِ دوراں

دل کو آرام زیادہ تھا تو کم نیند آئی
 میں ہی مسافرِ شاہ ہوئے رستہ میں سحر
 دامنِ دل پہ سلگنے کا گماں ہوتا ہے
 آج تک یہ عالم ہے روشنی دُرتے ہیں
 مرو تو ایسے کہ جیسے تمہارا کچھ بھی نہیں
 ڈرتا ہوں آجائے ترا ذکر وہاں بھی

نشورِ واحدی

”

ظہیر کا شمیری

خار بارہ بنگوی

ساحرِ لکھنوی

وجید اختر

چ

چھڑمت باد بہاری کہ میں چونکت گل
چلتے ہو تو جن کو چلے سنتے ہیں کہ بیمار
چشم بد دور عجب خوش قد و قامت ہو
چمن کے دور رہا اس قدر نفس میرا
چاکِ نفس کے دیکھ رہا ہوں رخِ چمن
چند تصویرِ تباں چند حسینوں کے خطوط
چھوڑوں گا میں نہ اس بتِ کافر کا پوجنا
چمک جگنو کی برق بے اماں معلوم ہوتی ہے
چمن آسکا کہا دل کو خدا ہی جانے
چٹکی جو کلی کوئی کوئی الفت کہانی ختم ہو
چمک نہ اچھی گیتی کے زور کی نہیں کبھی
چراغِ داغ کے دن سے جلا بیٹھا ہوں
چاند تاروں کا کیا پوچھوں دن میرے چہرے
چھپا ہوں غم عشق اپنی رگ رگ میں

چھار کے کپڑے اچھی گھر سے نکل جاؤں گا
چاہے میں بھول کھلیں کم آباد و باران
اچھی فتنہ ہے کوئی دن میں قیامت ہو
کہ سوچی اڑ کے نہ مجھ تک گلِ چمن کی بو
صیاد سے نہیں ہوس بال و پر مجھے
بود مرنے کے مرے گھر سے یہ سماں نکلا
چھوڑ نہ خلق کو مجھے کافر کہے بنیر
نفس میں رہے قدر آئیاں معلوم ہوتی ہے
دشت سے کبھی ہی دشت ہے جو تھی گھر سے مجھے
کیا کس کہا کیا کس سنا یہ یا زانہ کیا جانے
ستار مسکراتے کیوں ہیں یہ سماں ہو کر
سنا ہے جو شبِ فرقت سیاہ ہوتی ہے
وہ تو پکار خود میں بھلا کر دے دیر بھر میں
یہ چاک ہے مرنے ان کا آئیں تک ہے
نشر کا پوری

چٹک ہی ہے کسی یاد کی کلاں میں
 چپ ہو گئے یوں اسیر جیسے
 چن پہ غارت گلیں سے جانے کیا گزری
 چھلکتے نہ دیکھی جو سا غریب صہبا
 چن کو روند گئے قافلے بہاروں کے
 چاہے تن میں سب جل جائے
 چاہا تھا ٹھوکروں میں گزر جائے زندگی
 چن لٹا ہے خود اہل چن کی سازش سے
 چراغ طور جلادیرا اندھیرا ہے
 چن میں کھل گئیں زر گس کی آنکھیں

نظریں نقص بہاراں کے صبح و شام لئے
 جھگڑے تھے تمام بال و پر کے
 نفس سے آج صبا بیکرا گزری ہے
 سنا آج ساقی کو ہم یاد آئے
 گلوں کا ذکر ہی کیا خارجی نہیں باقی
 سوزِ دروں پر آنچ نہ آئے
 لوگوں نے نگاہ سمجھ کر ہٹا دیا
 کلی کلی ہے مگر محو خواب سی پھر بھی
 ذرا نقاب ہٹاؤ بُرا اندھیرا ہے
 بیانِ خواب میں جھنکار بھی ہے
 مہرِ وحی الہی
 فضلِ بانیِ صدیقی
 فیضِ احمد فیض
 ہزار لکھنوی
 قتلِ شہنائی
 حفظِ میرٹھی
 سالک لکھنوی
 حسنِ کلیم
 ساغرِ صدیقی
 ضیاء الدین

خ

خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو
خدا دشمنوں کو نہ وہ کچھ دکھائے
خواب ہم سے چونکے تھے ہم تیرے واسطے
حال لب آفت جاتھا مجھے معلوم نہ تھا
خجھر نہ کمر میں نہ وہ تلوار لکھے ہیں
خم کے خم تو لٹھکائیوں ساتی
خدا سر و سودا دتری زلف پریشان کا
خوشی سے اپنی رسوائی گوارا نہیں سکتا
خاروں سے پوچھے نہ کسی گل سے پوچھے
خوشامد دل بیتاب اس تصویر کی کنگ
خوشنوائی نے کیا ہم کو اسیرا صیاد
خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خرد کا نام جنوں پر لگیا جنوں کا خرد
خود عشق کی گستاخی سب تھک سکھا سگی

یہی اک شہر میں قاتل رہا ہے
جو کچھ دوست سے اپنے ہم دیکھتے ہیں
آخر کو جاگ جاگ کے ناچار سو گئے
دام دانے میں نہا تھا مجھے معلوم نہ تھا
آنکھوں میں چاہے جیسے مار رکھے ہیں
اور یوں ترسیں ایک جام کو ہم
جو آنکھیں مورتی نظر ہو ایسے شہنشاں کا
گوریا بھارتا، تنگ جب دیوانہ ہوتا ہے
صد چمن کے لئے کا بلبل سے پوچھے
یہ بولا چاہتی امیر نہ بولی نہ بولے گی
ہم سے اچھے ہے صد میں اتنے دے
خدا بند سے خود پوچھے تا تیری فاکیا
جو چاہے آپ کا حسن کر شہ ساز کرے
اے حسن حیا پروردی بھی شرار بھی
شمن الدین
جانجانا منظم
رفیع سودا
خواجہ میر درد
بقاء اللہ بقا
محمد ان نثار
انشا
آتش
انیس
امیر مینائی
داغ
اقبال
عسکر مولائی

<p> خیاں تک کیا اہل انجمن نے کبھی خود بھی جی اور مجھے بھی جینے دے خاک پروانہ کی براد نہ کر باد صبا خوشادہ دور کہ جب مرکز نگاہ تھے ہم خاطر جمع سے ہٹا رہا کہ برہم ہوئی زلف خود اپنا ذوقِ سیری، پاؤں کی زنجیر خوش بھی ہو لیتے ہیں تیرے بیقرار خلافِ تقدیر کر رہا ہوں پھر ایک تقصیر کر رہا ہوں خدا ہر لب سے جنوں لرزہ بر اندام خود خرا ماں خرا ماں معطر معطر خلشِ عشق سے چینِ دل اک طرف خالی ہے ابھی جام میں کچھ سوچ رہا ہوں خدا وہ دن نہ دکھا کہ راہبر یہ کہے خوشی وصال کی اب ہے نہ رنجِ تنہائی خزاں کی گودی میں پانی ہے پرورش میں خواب دیکھا کہ آبِ میرے ہیں خاروں پوچھے کہ گاہے گاہے </p>	<p> تمام رات جلی شمع انجمن کے لئے جیسے آباد گل سے پہلوئے خار یہی ممکن ہے کہ کل تک مرا افسانہ ہے پُر احوال تو اب کوئی شناس نہیں کشتیِ دل سے خبردار کہ طوقا آیا حضور آپ کی زلفوں کے خم کی بات نہیں نغم ہی نغم ہو عشق میں ایسا نہیں پھر ایک تذکرہ کر رہا ہوں خدا اگر کامیاب کر دے زلف بردوش کوئی برسِ ربام آتا ہے نسیم آرہی ہے کہ وہ آئے ہیں اس پہ بارِ غم ہستی بھی اٹھانا ہے اے گردشِ ایام میں کچھ سوچ رہا ہوں چلے تھے جانے کہا سے کہا نکل آئے یہ کس مقام پہ حج کو حیات لے آئی وہ گل ہوں کی بہاروں کے رسمِ راہ نہیں آپ تعبیرِ خواب کیا دیں گے اصد جن کے لئے کا بلبل سے پوچھے </p>	<p> رضا علی و شہ یاس کا چنگیز اسٹروگرووی سراج لکھنوی جوش ملیح آبادی فران گوکھپوری حفیظ جالندھری انور صابری ساغر نظامی ظفر تاباں عبد الحمید عدم حفیظ بہار پوری پیام فقیر محمد حفیظ لکھنوی ذکی کاگوری ایس </p>
---	---	---

دل عشاق کیوں نہ ہو روشن
 دو بخ مجھے قبول ہے لے شکر و نیک
 دامن داغ تیغ جو دھویا تو کیا ہوا
 دل کے ٹکڑوں کو بے لعل پیچ لے پھرتا ہوں
 دل کے پھر زخم تازہ ہوتے ہیں
 دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے
 دل نے ہم کو مثال آئینہ
 دل کے دل ہی میں رہ گئے ارماں
 دیکھنا زلف و رخسار تمہیں ہر وقت
 دل کہیں دیدہ نہیں جی کہیں جان کہیں
 دور میں اس کی مت آنکھوں کے
 و خیر رز سے رات صحبت تھی
 دوستوں سے قدر صد سے اٹھا جان بے
 دریا حسن ابد بھی دو ہاتھ بڑھ گیا

جب خیال صنم چسراغ ہوا
 لیکن نہیں داغ سوال و جواب کا
 عالم کے دل سے داغ مسایا نہ جائیگا
 کچھ علاج ان کا بھی آئینہ کران ہے کہ نہیں
 کہیں فحشہ کوئی کھلا ہو گا خواجہ میر درد
 یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا میر
 ایک عالم کا روشناس کیا
 کم رہا موسم شباب بہت
 شام دیکھو نہ تم سحر دیکھو
 گردشِ چرخ میں ہر ایک ہے آواز سا محمد انشا
 عجب بھی شراب خوار ہوا غلام علی راسخ
 شیخ جی کا مگر وضو نہ گیا یاسمن
 دل دشمن کی عداوت کا گلاجا تا رہا آتش
 ہلڑی اس نشہ میں جب لے اٹھا کے ہاتھ ناسخ

دل و نگاہی

سودا

”

”

خواجہ میر درد

میر

”

”

محمد انشا

محمد انشا

غلام علی راسخ

یاسمن

آتش

ناسخ

دلوانوں کے کہہ کر کہ چلی یاد بہاری	کیا اب کی برس چاک گے یہاں نہ کینگے	رہ نہ لکھنوی
وگھایا کچھ نفس مجھ کو آب و دانہ نے	وگر نہ دام کہا میں کہاں کہاں چھایا	" "
دے مجھ کو شکایت کی اجازت ستمگر	کچھ مجھ کو مزاجی مے آزار میں آئے	غالب
دل تھامتا کہ چشم پہ کرتا تری نگاہ	ساغر کو دیکھتا کہ میں شیشہ سنبھالتا	حکیم تہار اللہ خاں
دست جنوں کے جائے صد کہ چین سے	پھیلا پاؤں ہم نے گریباں چاک میں	فراق مومن
دیکھتے کرتی ہے سرو ازنا نہ کیا کیا	مجھ کو یہ چاہ مری تجھ کو یہ صورت تیری	داغ
درد و دیوار پر حسرت سے نظر کرتے ہیں	خوش رہو اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں	داعی شاہ اختر
دیکھا کئے وہ مست نگاہوں سے بار بار	جب تک شراب آئے کی دور ہو گئے	علی محمد دایم یاد
دل راجس پہلے کوئی ایسا نہ ملا	سیتے بندے اللہ کا بندہ نہ ملا	اکبر الہ آبادی
درد سے آشنا نہ ہو جب تک	آدمی کام کا نہیں ہوتا	عزیز الدین احمد بنجو
دل چنے کی ادا خاص ہو ا کرتی ہے	دیکھ لیتے ہیں ہر ذریعہ نظر سے پہلے	جلیل ملکپوری
دل اس طرح ہو محبت میں جل گیا	بھری گھنٹیں آگن اٹھا دھواں کہیں	علی عظیم طہا لہا
دل خوش ہو جو آپ ہو مائل ستم	یعنی میں التفات کے قابل تو ہو گیا	حسرت موہانی
دل کچھ اس ڈھب سے لیا اس کہ نہ کوئی	حال سے اپنے خبردار نہ ہونے پایا	" "
دیکھتے شوق شہادت میں جھکی ہے گردن	آپ اس وقت ذرا پاس ہمارا نہ کریں	" "
دو دن کی زندگی میں قویٰ نے دیا جواب	انہوں کام کے نہ ملے ہم سفر مجھے	علی نقی صفی لکھنوی

دل میں نساں اگر بیونو کھلتی ہے
دل سراپا درد تھا وہ ابتدا عشق تھی
دنیا ہے خواب حاصل دنیا خیال ہے
دوستی کیا سمجھائیں گے جن سے
دل برباد کی خاک آج بھی دوش صبا پر ہے
دوستند ہواؤں پر بنیاد، طوفان کی
دوست نے دل کو نور کے نقش و فاشا دیا
دور حیاتے گا قاتل قضا کے بعد
درد در تھا سجدہ شام و صبح میرے لئے
داستان انکی داؤں کی سچ لگیں لیکن
دورج بھی ایک جلوہ فردوسِ حسن ہے
دکھائی کیوں نہ شعلہ خرا کی جھلک
دام بردش بھر میں چاہے گیسو بردش
دیا درد تو رنگ قبول دے ایسا
دہر میں آخو اید جب ٹھہری اسیری ناگزیر
دل ہی قاتل بھی تھا مقنول بھی تھا مقتول بھی

یہی جھلکی سی جو پوشیدہ پردانے میں وحید الدین تسلیم
 انتہا یہ ہے کہ قافی در داب دل ہو گیا قافیہ الیونی
 انسان خواب کچھ رہے خیال میں سنا اکر بادی
 دشمنی کا بھی حق ادا نہ ہوا اقبال جھوٹ
 کھٹکتا ہے مانہ کی نظر میں غبار تک
 یا تم نہ جس ہو یا میں نہ خواں ہوتا آرزو کھنوی
 سمجھتے تھے ہم جیل کو اس نے دھار دیا
 ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد محمد علی جوہر
 دردِ دل تعمیر اودا دردِ سر میرے لئے یاس نگاہِ غلیظ
 اس میں کچھ خون تنہا بھی نہ تھا میرا آغوشِ گوندی
 جو اس بے خبر ہی میں عذاب میں
 گر تم کو میرے دل کا جلا حاضر و خفا تلک چند محروم
 صید بن کے میں انہیں صیاد کیا سراج کھنوی
 جواز تک آنکھ سے ملے وہ داستان ہو جائے
 دل اسیرِ حلقہ کیسے پیچا کیوں نہ ہو جوشِ طمع آبادی
 مٹ گئے ہم تو فنا اور بقا کے پہلے فرق کو کھپوری

دل ہی ہے تو آخر بھرا آتم جن جبین ہو ہوتے	ہم کو بھلا کچھ کہتے ہیں تقدیر اپنی رونما	آل فارضا
دل کیسے تیاں میں الجھ کر نہ گر پڑے	اٹھا تو ہے خدا کا سپہا را لے ہوئے	حفیظ جالندیزی
دیکھا جو تیر کھائے کھیں گاہ کی طرف	اپنے ہی دوستوں کی قطاریں نظر پڑیں	” ”
دوستی اب گلے کا بار نہیں	تا رٹوٹا بجھ کر گئے دانے	” ”
دینے والے تجھے دینا، تو اتنا دیدے	کہ مجھے شکوہ کو تا ہی داماں ہو جا	شاہ بیہ دارنگی
دامن و جیب گریباں کا نہیں کوئی ملال	غم یہ ہے دست جنوں کل کیلے کام نہیں	جفری ملکپوری
دست و تری تفریح کا ساما ہے ابھی	کہ گریباں کا مر نام گریباں ہے ابھی	” ”
داؤرِ شمرانامہ اعمال نہ دیکھ	اس میں کچھ پرہیزشوں کے بھی نام آتے ہیں	ڈاکٹر محمد بن تائیر
دل آنکھوں گہمی آنکھوں نے دل سے گہمی	بات چل نکلی ہے اب دیکھیں کہا تک پہنچے	” ”
دل کہ ہے سہرا یہ دار عزت ناموس حسن	یہ ہی مرکز یہی ہے دائرہ میرے لئے	سید الدین کاکور
دیکھنا یہ ہے کہ اندازِ سحر کیا ہوں گے	یوں تو اربابِ جنوں ات گزر جاگی	عابد علی عابد
دل ہے بڑی خوشی سے اسے پامال کر	لیکن تے نہ زرد را دیکھ بھال کر	عبد الحمید عدم
دل کو خوں کر لے کہ ہو نورِ بصیرت پیدا	ورنہ ایسی تو کچھ آساں نہیں حنا نظری	فضا بن فیضی
دو اکرد دعا کے سوا کچھ اور نہیں	دعا کمالِ رضا کے سوا کچھ اور نہیں	شاہ عزیز ریویں
دلِ حزیں کو تلاشِ خلوص ہے سود	کہ اس یار میں شاید یہ رسم بھی نہ رہی	” ”
دامنِ بچار ہ ہے محبت کی آگ سے	زادہ نور کشمشِ خیر و شر میں ہے	” ”

دل نہ کرکٹ کھاتا خود اپنی ہی ہر آہ پر
 داستانِ شبِ غم قصہ طو لانی ہے
 دل کا کنول مجھے ہوئے مدت گذر گئی
 دولتِ دردمنی دیدہ بیدار ملا
 دونوں جہا تیری محبت میں ہمارے
 دنیا کی بہاروں اکھٹیں ہوں پھیر لیں جاؤں
 دامنِ جھٹک کے وہ نوالگ ہو گئے مگر
 دنیا ہمیں فریب پہ دیتی رہی فریب
 دل جا بہ لبِ جگر میں تک جا بقبر
 دل میں کٹے فاش تھیں یہ پاس ضبطِ غم
 دوسروں کو فریب دے دے کر
 دوستوں کے گلے سنبھل کے ملو

اب قدمِ منزلِ جاناں بہت دور ہیں
 مختصر یہ کہ تو نے مجھے برباد کیا
 اب یہ چراغِ لائقِ محفل نہیں رہا
 لوگ کہتے ہیں غمِ عشق میں کیا رکھا ہے
 وہ جا رہا ہے کوئی شبنمِ گزرا کے
 جیسے فی المیہ قصہ کو پڑھتے پڑھتا جاؤں
 مجھ کو تمام عمر سنبھلنا محال ہے
 ہم دیکھتے رہے تکرارِ اعتبار سے
 ہم تیرا نام لیکے گنہگار ہو گئے
 بار بار اٹھے ہو آنسو بھی پالیا ہے
 ہم نے خود بھی فریب کھاتے ہیں
 سانپ نکلے ہیں آسینوں سے

ہر الراتی مجاز
 مہین حسن جد
 ستر آجھری
 آل احمد رور
 فیض احمد فیض
 نشو واعدی
 حبابہ منکوی
 تکمیل ضو منہوی
 حسن بریلوی
 جعفر حیات لکھنوی
 دکنی کا گورو
 ۲۲

دورے نہیں ہیں سرخ تری چشم مست میں | شاید چڑھا ہے خونِ بے گناہ کا | سراج اورنگ آباد
 ڈھونڈا جیسے ہو گول میں فاکہ موتی | یہ خزانے تجھے ممکن خرابوں میں ملیں | احمد فراز

ذ

ذکرِ عشق کے جتنے ہیں کہ نصفِ البیش
 ہجر میں وصل کی تقریر بہت اچھی ہے سودا
 ذرّہ ذرّہ سے تجلی آشکا صاحبِ جلوہ مگر روپوش ہے دیگر
 ذکر اس پریوش کا اور پھر بیاں اپنا بن گیا رقیب آخر تھا جواز دل اپنا غالب
 ذکر جب چھڑ گیا قیامت کا بات پہنچی تری جوانی تک فانی بدایونی
 ذرا دیکھو یہ سرکش ذرّہ خاک فلک کا چاند بنتا جا رہا ہے سراجِ مکنوی
 ذرا آہستہ چل کا روانِ کیف وستی کو کہ سطحِ ذہن اسناخت ناموار سے ساتی خوش ملیج آبادی
 ذرا وصال کے بعد آئینہ تو دیکھ لے دو تیسے جمال کی دوشیزگی نکھر آئی فراق گور کھچوری
 ذکر سنتے ہیں نوجوانی کا کچھ خیالوں کی یاد آتی ہے اسکندر علی و جد

گروں میں دوڑنے پھرنے ہم نہیں مائل چو آنکھ ہی سے نہ بٹکے تو پھر لہو کیا ہے	غالب
رک رک دیکھتے ہیں اپنا خرام ناز پھر پھر دیکھتے ہیں کوئی دیکھتا نہ ہو	حاذق
رنکرت، تراکت، لطافت، مگر حیف اک لہوئے وقایہ گل رُغنا نہیں کہتے	ذوق
بچ بچ سے گرہوا انسانا تو مت جانا بچ مشکلیں اتنی ہیں مجھ پر کہ آسا ہوئیں	غالب
رات بی زمرم یہ سے اور صدم دھوئے دھوئے جامہ احرام کے	دعویٰ
میخ روشن ہے آگے شمع کھل کر وہ یہ کہتے ہیں ادھر جانا دیکھیں یا ادھر پرانہ آتا ہے	داع دیلوی
راں سیکے گی شیخ صاحب کی نہ دکھاؤ شراب کی صورت	مہدی علی مخرج
قیوں نے پٹ لکھوائی ہے جا کر یہ تھا میں کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں	اکبر الہ آبادی
رندوں میں تو ہے لطف سے ساتی و مظر واعظایہ بنا تو تری صحبت میں کبھی کچھ	دعویٰ
روزِ حنا جب مرا پیش ہو دفترِ عمل آپ بھی شر سارہ ہو جھوکو بھی شر سار کر	اقبال لاہوری
رفقارِ قیا تو نہ کیا کم تھی پھر اس پر اک طرہ ہے فتنہ تری نازک کمری کا	حسرت موہانی
رعنائی خیال کو بھڑا دیا گناہ زاد بھی کس قدر مذاقِ سخن سے دور	دعویٰ
راضی یہ ضام ہیں بہر حال مگر ماں ڈرے کہ یہ خود تم کو ستمگار نہ کرے	دعویٰ
بچ غم درالم یاس اتمنا حست اک تری یاد بوجھتے ہیں کیا کیا دل میں	جوش ملیح آبادی
رات کم ہے نہ چھیر، سحر کی بات یہ بڑی داستان ہے پیارے	مفتی جالندھری

ز

زندگی جس سے عمارتِ سووہ زلیت کہاں	یوں تو کہنے کیلئے کہہ دے ہاں جیتے ہیں خواجہ میر درو
زلمہ وہ بادِ کش ہوں کہ مانگوں گردِ عا	اٹھس بھی شراب سے بادل بھر ہوئے ناسخ
زندگی اپنی جہاں اس شکل سے گدی بست	ہم بھی کیا یاد کریں کہ خدا رکھتے تھے غالب
زخمِ کاری لگا تو چوم لیا	قبضہ خنجر کا ماتھہ قاتل کا اعظم علی اعظم
زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا	ہمیں سو گئے داستان کہتے کہتے ناقبِ فرلہاں
زنگ آلودہ اک آئینہ سہی	دل کی آخر کوئی قیمت ہوگی صفی لکھنوی دہلی
زندگی کیا ہے عناصر کا ظہور ترتیب	موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا برج نارائن علی
زبان رک گئی آخر سحر کے پوتے ہی	تمام رات کئی دل سے گفتگو کرتے عزیز لکھنوی
نہے خلوصِ محبت کہ حادثاتِ جہاں	مجھے تو کیا کسے نقشِ قدمِ مٹانے سکے حکمرانِ آبادی
زخمِ دل کے چھپا رہا ہوں میں	کوئی میری ہنسی کو کیا جانے بہت جابینِ عند
زنگِ لادہ سین بوجہ ایسی ہلکا ہو کر	مگر اچھ نک ہمار پہلو میں نہت بیانِ باقی اختر شیرانی
زمانہ لامی جوانی نہ وہ محبت نہ زندگی	بس ایک بھولی سی یاد جو بزدلِ کفنِ باقی
زمانے بھر سے ہمارا زک مر خیالِ لطیف	مے خیالِ نازک تمہاری گلبدنی عرشِ ملیانی

نہاں سیوا دی	فلک کے تیور میں گمیں زمیں دل میں غما ہے	زار کیا دیکھے دکھانہ جا کیا انقلاب آئے
رشتہ یقی غریب	کیا سے کیا یہ مئے گلفام ہوئی جانی ہے	زندگی زہر کا اک جام ہوا جاتی ہے
روشن شدہ شاہد	عمر بھر تیری تمنا سے رہے بیگانہ ہم	زندگی اک مستقل شریحِ تمنا تھی مگر
..	لوا عطا یہی تعبیر حیاتِ ابدی ہے	زلفوں کا گھٹی چھاؤں میں اک لمحہ خوش تھا
مجاز	زندگی ہے تو گنہگار یوں میں	زندگی کیا ہے گناہِ آدم
میکش اگر آباد	ہم ان سے جرمِ محبت بھی بخشوانے کے	زباں پہ نامِ محبت بھی جرم تھا یعنی
آل احمد سرور	کام تھا گر چہ بہت سخت مگر ہم نے کیا	زلفِ سستی کو سنوارا تے گیسو کی طرح
فیض احمد	ہر ایک حلقہ زنجیر میں زباں میں نے	زباں پہ مہر لگی ہے تو کیا کر رکھ دی ہے
احسان دانش	آہ نہ کر لبوں کو کسی عشق نے لگی ہتھیں	زخمِ یہ زخم کھائے جی اپنے لہو گھونٹ پی
شکیل بدایونی	اس میں اب کچھ بھی نظر آتا نہیں	زندگی کے آئینہ کو توڑ دو
بہار لکھنوی	جلتا ہوا دیاموں مگر روشنی نہیں	زندہ یوں اس طرح کہ غمِ زندگی نہیں
ساحر لدھیانوی	ترے لب پر ابھی تک نغمہ خیاں ہے ساقی	زمانہ بے سر پیکار پر مچول شعلوں سے

سخت کافر تھا جس پہلے میرے ^س مذہب عشق اختیار کیا
 سایہ میں ہر ایک کے خوابیدہ ہے قیامت
 سب ملتے تو ہونا ہیں دھڑکا مجھے کہیں مجھ سناہ کوئی اور گرفتار ہے
 سرسری ان ملاقات ہے گا ہے نرم انیار میں گلے سر رہے گا ہے
 سانس آہستہ لیمو پیار ٹوٹ جائے نہ آبلہ دل کا
 سن تو سہی جہاں ہے تیرا فسانہ کیا کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا
 ساتھ اپنے جو مجھے یار نے سونے نہ دیا رات بھر مجھ کو دل زار نے سونے دیا
 سو رمز کی کتاب ہے اشار میں ہا میں ہے لطف خموشی میں تکلم سے زیادہ
 سارے ہوں نچیرن کو فسانہ ہجر سوال ان کے جدا ہیں مے جواب جدا
 سے جاتے ہیں کفن آپ کے دیوانوں کے تار دہن میں تکرے ہیں گریبانوں کے
 سنی حکایت ہستی تو دریاں سے سنی نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم
 سید اٹھے جو گڑ لیکے تو لاکھوں لائے شیخ قرآن دکھاتا پھر پیسہ نہ ملا اکبر الہ آبادی
 ستاروں کے جہاں اور بھی ہیں مرے عشق کے امتحاں اور بھی ہیں اقبال
 سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم بجھیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

صیر

میر

صفت ہوی

شاہ داد ہوی

علی بخش جہاں

عسکری

انام ش ناسخ

علی وسط رنگ

پیارے صاحب

پیارے صاحب

شاہ عظیم آبادی

اکبر الہ آبادی

اقبال

بجھیلی

رہے

سو آگری نہیں یہ عباد خدا کی ہے	اے جبریز کی تمنا بھی چھوڑ دے	اقبال
لکھا دے گی ندامت سیوہ قدر و فائ کو	یہ شان کج ادائی میری جان ناواں تکے	حسرت مومانی
سرمہ میں چشم دل کے لئے تلخ تجربے	پیری نے کر دیا ہے وسیع النظر مجھے	علی نقی صفی
سیر طور ایک برق طور لہراتی نظر آئی	دراستوخی سے جھٹکا تھا کسی اپنے داماں کو	صنیر حسن دل
سج تیرا نام آنکھیں کھول آیا تھا کوئی	آج تیرا نام لے کر کوئی غافل ہو گیا	فانی
سنے جاتے تھے تم سے مردن رات شکوے	کفن سر کا و میری زبان دیکھتے جاوے	”
سوزِ غم سے اشک ایک قطرہ جل گیا	آگ پانی میں لگی ایسی کہ دریائے گیا	عزیز بکھنوی
سنا ہوں بڑے غور سے افسانہ بستی	کچھ خواب ہے کچھ اصل ہے کچھ طرزِ ادا ہے	اصغر گوندوی
سوارِ تراد من ہاتھوں میں مرے آیا	جب آنکھ کھلی دیکھا اپنا ہی گریباں تھا	”
سوزِ غم دے کر مجھے اس نے یہ ارشاد کیا	جا تجھے کشمکش دہر سے آزاد کیا	چون سلیم آباد
سموم و صرصر و سیلاب کا پہنچا	شراب و شر و شمع و شاد و شوق جو ایک	”
ساقی کی محبت میں دل مٹا ہوا اتنا	جب کو جھپکاتا ہوں شیشہ نظر آتا ہے	مضطر خیر آبادی
سانس لینے میں درد ہوتا ہے	اب ہوا زندگی کی راس نہیں	جگر بریلوی
سجدوں نامراد ہے جو دل سے نا امید	وہ رہنڈ کہ اب جو تری رہنڈ نہیں	داکر محمد بن ناصر
سجدری جہیں نہیں اس قدر حقیر	کچھ تو سمجھ رہا ہوترے آستاں کو میں	ساغر نظامی
ساقی کی نظر آج گھاؤں کی طرف ہے	ہر بات کی ہر لہند گھر ہو کے رہے گی	ماہر القادری

ساقی مرغے خلوص کی شدت کو دیکھنا	بھرا گیا ہو گردشِ دوراں کوٹال کر	عبد الحمید عدم
سرد اس دور میں ہے سینہ آدم ورنہ	زندگی کے لئے سوزِ دل پرانہ بہت	روشِ حدیقی
ستم زمانہ تجھ کو رم میں فدا کدت ہرالم	تجھے آتش کی تلاش ہے مجھے جلیوں کا جستجو	ہنال ہوماری
سک تو دلاو اگر ڈالا اپنا ہی دلا کر نہ سکے	سکے تو گریا سی ڈالا اپنا ہی گریا بھول گئے	ہجاز
سکون شہر جو ہو تو کوئی نہ کرے سوچ و غم وہی ہے	بدل گئے ہیں اگرچہ قاتلِ نظام دار و رسن وہی ہے	سر راجہ جعفری
سحر سے مل تو گیا سلسلہ اچالے کا	حیاتِ شمع نے کچھ نہ کھنکھائی پائی	غلام ربانی تالپا
سناں لینے کو ہی جینا تو نہیں کھتے ہی	زندگی تھی جو تھے صل کا اسکاں ہوتا	یوسف ظفر
سورج بھرا ہے کہ دوا ہے کہ گھنایا ہے	یا فقط اپنے لہو سے صوفی کلنار	احمد نیک قاسمی
سیراہ ان کو بیک نظر کبھی دیکھے تو وہی ادا	وہی نیازی نہیں وہی لفت نہ کمر پڑی	نثار واحدی
سکون کے سکینِ اجتیں زمانے کی	جو نیند آئی تیرے غم کی چھاؤں میں تھی	پیامِ فتحپوری
سیہ نصیب کوئی ہم سے بڑھ کے کیا ہوگا	جو اپنا گھر بھی جلائے تو روشنی نہ ملے	ساحرِ لہیاوی
سحر سے رشتہ امید باندھے و الو	چرخِ زلیت کی لوثاں ہی مدغم ہے	احمد راجہ
سہارا نہ دیتی اگر موجِ طوفاں	ڈبو ہی دیا تھا ہمیں ناخدا نے	لکین حسن کلیم
سہمتی رہی عقلِ سالوں سے بھی	کے سہل دل نے محالات بھی	ضیاء الدین
سنائے میں تیری آلِ آباد تو ہے لیکن	اسکی ہما سہی میں ناجیز کی کمی ہے	” ”
سجھ سچہ سجھ کو سجھو سجھو سجھو ناچا اک سجھو ہے	سجھ سچہ سجھ کو سجھو سجھو سجھو سجھو ہے	منویر ترقی میر
سنگِ دل نے سنگِ بیکر سنگِ دل کے گھر گیا	سنگِ دل نے سنگِ مارا سنگِ کھا کر مر گیا	ناسلم

ش

شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہے | دل ہوا ہے چراغِ مفلس کا
 شرمندہ رفو نہیں عاشق کا چاکِ جب | کس باغباں نے محل کا گریباں سلا دیا
 شیخ اس بے شکنی پر نہ ہوا اتنا مغرور | تو نے توڑا نہیں اپنا بیت پندارِ مغرور
 شمع ساں لگ اٹھے زباں کو آگ | گر کروں سوزِ دل بیاں اپنا
 شمع جلتی ہے پر اس طرح کہاں جلتی ہے | بڑی بڑی مری اے سوزِ نہا جلتی ہے
 شبِ وصل تھی چاندنی کا سماں تھا | بغل میں صنم تھا خدا مہریاں تھا
 شوقِ نظارہ دیدار میں تیرے ہمدم | جان آنکھوں میں مری جا رہا کرتی ہے
 شبِصال میں تنہا طرفانہ غیر | سمجھتے کاش وہ اپنا نہ راز دار مجھے
 شائد اسی کا نام محبت ہے شیفۃ | اک لگ سی، سینہ کے اندر لگی ہوئی
 شیخ جی گر گئے تھے حوص میں میخانے کے | ڈوب کر حشیمہ کوثر کے کنارے نکلتے
 شب بھر ہے شریکِ جود و شراب میں | وہ سب صفتِ نما میں وقتِ سحر ملے
 شب ہی شب ہے دن وہی دن ہے | جو تری یاد میں گر جا میں
 شبِ مطلع ہے آئی پیرِ مال پر اب نظر ہوئی ہے | غفلت میں شب گزار کھایا سینگ کر کر ہوئی ہے
 شبِ غم اب مٹا خیر اپنے جیبِ دامن کی | رہے دستِ جنوں باقی تو کر لیں گے سحر پیدا
 شبِ غم اب مٹا خیر اپنے جیبِ دامن کی | رہے دستِ جنوں باقی تو کر لیں گے سحر پیدا

نغمہ لگا گئے دامن چھڑا گئے	عشق مر جاوہر سب تک تو آگئے	نوح ناری
شام غم کچھ اس نگاہ ناز کی باتیں کرو	بہخودی بڑھتی چلی ہے راز کی باتیں کرو	قرآن گو کہ پوری
شب آ یا کسی بت پر فدا ہونے کا دیا	مری دنیا میں بند کو خدا کہنے کا وقت آیا	ہری چند اختر
شمع اک دم کے پکیر کے سو کچھ بھی نہ تھی	آگ جب تن میں لگائی تو جان آئی ہے	آنند نرائن ملہا
شب فرقت نظر آتے نہیں آثارِ سحر	اتنی ظلمت ہے روح شمع پہ بھی نور نہیں	برق دہلوی
شفق دھلکھتا کھٹکھٹا تار نئے پھول	اس دامن میں کیا کچھ ہے وہ دامن تھوڑا ہے	عبد کبیر دانی
شگفتہ کھول جو دیکھے تو شوق یاد آیا	دے تھے داغ بھی گلشن نے شمار مجھے	شوق انری
شبنم نے رو کے جی ذرا ہلکا تو کر لیا	غم اس کا لوجھے جو نہ آنسو بہا سکے	عبد السلام سلام
شعری وہ نہیں سنِ تحیل پہ نشور	ان گلوں کے بھی اک شعر حریر کھا ہے	نشور واحدی
شب انتظار کی کشمکش میں پوچھ کیسے سحر ہو	کبھی اک چراغ بجھا دیا کبھی اک چراغ جلا دیا	محمود علی
شام غم سے جہاد کر جب تک	شام غم کی سحر نہ ہو جائے	جاوید شمس
شیشہ ٹوٹے غل چ جائے	دل ٹوٹے آواز نہ آئے	حفیظ میر بھی
شب سیاہ کے لمحے گزار لینے دو	گھڑی گھڑی نہ کرو ذکر راہ پاروں کا	شہزاد احمد شہزاد
شمع کی آچ میں کمی تو نہیں	جل کے ٹھنڈے پر ہیں پروانے	نامعلوم

ص

صبح گریح قیامت ہو تو کچھ پڑ نہیں
 صیاد اسی رام رگ گل ہے غنڈ لیب
 صد لہ دور خرچ تھا ساغر کا ایک دو
 صیاد اب قفس سے ڈراتا ہے کیا مجھے
 صبر اتنا نہ کر کہ دشمن پر
 صراک قدم اٹھا تھا غلط راہ شوق میں
 صبح بچھر کر شام کا وعدہ شام کا ہونا نہیں
 صیاد اب جواذن مائی دیا تو کیا
 صبر لے دل با کہ یہ جا نہیں دیکھی جاتی

ہاجر کی جب راسخ بیقراری میں کئی
 دکھلا رہا ہے چھپ کے اسے آب دانہ کیا آتش
 نکلے جو میلے سو تو دنیا بدل گئی
 تیرے کرم سے کل ہی آئیاں کی ہے اقبال احمد سہیل
 تلخ ہو جائے لذت بیداد ایس یگا خلیفہ
 منزل تمام عمر مجھے ڈھونڈتی رہی عبد الحمید عدم
 انکی تمنا کچھ کر لینا صبح کو پہلے شام کرو نثار اادی
 مدد ہوئی کہ آرزوئے بال پر گئی نزوالتورین
 ٹھہرے درد اکہ اب کا یا رانہ رہا حبیب اشعر

ط

<p>آتش فراق گور کھری ظفر تاباں</p>	<p>ہم سے خلا ہو کے کرے گا زمانہ کیا ہم ایسے ہیں تیری یاد کو چا دیتا لیسے ہیں مرغ حین نور کو گوشہ آسیاں بھی اُ</p>	<p>طبل علم ہے پاس اپنے نہ ملک مال طبیعت اپنی جب گھبراتی ہے سہارا توں میں طائر خستہ بال کو دام بھی کینچ آسیاں</p>
--	---	--

ظ

<p>فراق گور کھری ظفر</p>	<p>تیرہ تیرہ تاباں تاباں جیسے عیش میں دھندلے ہیں طائر مرغ خستہ</p>	<p>ظلمت و نور ہے عشق کی بستی ظفر ادنیٰ اس کو نہ جانے گا کہ ہو گھڑہ ضابطہ ذکا</p>
------------------------------	--	--

ع

عجب کچھ لطف رہا عجب غلو سے دلیر ہو	خطاب آہستہ آہستہ جواب آہستہ آہستہ	ولی اورنگ آبادی
عشق میں خواب کا خیال کسے	نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی	محمد حیات حضرت
یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قرباں	وہی بچ کبھی کہے ہئے ہی ثواب الٹا	انشا
عاشقی صبر طلب اور تہمتا بیتاب	دل کا لیا رنگ کہ دل خون جگر ہوئے تک	غالب
عمر ساری تو کئی عشق تیاں میاں توں	آخر وقت میں کیا خاک سماں ہو	موتوں
کرتے ہیں تہی مغز ثناء آپ اپنی	جو ظرف کے خالی ہے نکلا دیتا ہے	انیس
عجب حوصلہ ہم نے غنجوں کا دیکھا	تبسم پر ساری جوانی لٹادی	جلیل مانچوری
عقل عیار ہے سوکھیں بنا لیتی ہے	عشق بیچارہ نہ ملا نہ زائد نہ حکیم	اقبال
علم فقیہ و حکیم فقر سچ و کلیم	علم ہے جو یارہ فقر ہے دانراہ	”
عروج آدم خاکی سے انجم سمے جا ہیں	کہ یہ ٹوٹا ہوا نار امہ کامل نہ بن جا	سراقبال
عشق سے لوگ منع کرتے ہیں	جیسے کچھ اختیار ہے گویا	اثر بکھنوی
عشق کی دنیا میں جنسی غم کو ازاں کر دیا	ہم غریبوں کیلئے جینے کا سماں کر دیا	اک چند محروم
عشق کی کچھ ہوا لگی جب انہیں	کچھ ارا رنگ کچھ نکھر بھی گئے	فراق گورکھپوری
عمر سب ذوق تماشا میں گذاری لیکن	آج تک نہ کھلا کس کے طلبگار ہیں ہم	مظفر خیر آبادی

عشرتِ فتنہ نے جا کر نہ کیا یاد میں	عشرتِ رفعت کو ہم یاد کیا کرتے ہیں	آخر انصاری
عشق ہی عشق ہے دنیا میری	فتنہ عقل سے بیزار سوں میں	اسرار الحق حجاز
عروجِ ماہ کو انساں سمجھ گیا لیکن	ہنوز عظمتِ انساں سے گہمی کم ہے	شاہد صدیقی
عنوانِ ترقی ہے یہ تیرہ فضائی بھی	کچھ گرد بھی اٹھتی ہے جب فائدہ چلتا ہے	نثار واحدی
علم و فن کے دیوانے عاشقی سے دہتے ہیں	زندگی کے خواہاں ہیں زندگی دہتے ہیں	۔۔
عشق ہے تشنگی کا نام توڑے گھر ملے بھی جاں	شدتِ تشنگی نہ دیکھ لذتِ تشنگی سمجھ	خارباہ بنگوی
عجیب ہے تصور کی کار فرمائی	ہزار محفلِ رنگیں شریکِ تنہائی	پیام فتحپوری
عہدِ ستم ہے دیکھیں ہم شفقتِ سرور پر کیا گذر	شہر میں اسکے بند قبا کی رنگِ خاکی یا جلی	اصغر نسیم
عید کا دن ہے گلے آج تو مل لے ظالم	رسمِ دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے	نا معلوم
عقل نے ترکِ تعلق کو عنایت جانا	دل کو بدلے ہو حالات پہ رونا آیا	ذکی کا کوردی

غ

غیر سے ملنا تمہارا سب کے گوہم چپ رہے	رہنا ہو گا کہ تم کو اک جہاں کیا کہا	شیخ قیام الدین
غضب کے کہ دل میں تو رکھو کہ ورت	کر دمنہ یہ ہم سے صفائی کی باتیں	
غزل اس نے چھڑی مجھے ساز دینا	ذرا عمر رفتہ کو آواز دیتا	صفی بکھنوی
غم حیات سے گھبرائے بندگانِ خدا	چاہے میں جانبِ مینا خود کشی کے لئے	ماہر القادری
غمِ دوراں غمِ جاناں کا نشا ہے کہ جو تھا	وصفِ خیالِ حیدر گراں ہے کہ جو تھا	عابد علی عابد
غم نہ اپنا نہ اب خوشی اپنی	یعنی دنیا بدل گئی اپنی	خوشتر کھنڈی
غمِ عاشقی میں گرہ کشاؤں خرد ہوئی جنوں ہوا	وہم ہے کہ ہمیں پائے خرد نہ سرجنوں	ان م راشد
غمِ دوراں غمِ جاناں کے گزر کر اے دوست	آج ہر غم کو شریکِ غم انساں کرے	روش صدیقی
غمِ زندگی اک سلسلِ عذاب	غمِ زندگی سے مفر بھی نہیں	غلام ربانی تانا
غمِ جمیب، غمِ زندگی، غمِ دوراں	کسی مقامِ یہ ہم جی برا نہیں کرتے	احمد ریاض
غم نہ اپنا نہ اب خوشی اپنی	یعنی دنیا بدل گئی اپنی	خوشتر کھنڈی
غمِ جاناں سے ربط ٹوٹ گیا	اب غم دہر سے پناہ نہیں	اکشن مضطر

ف

فکرِ معاش، عشقِ بہاں یادِ رفتاں
فکرِ مت کر ہمارے جینے کی
فقط امید ہے ش کی تیری رحمت سے
ففسہ مقامِ نظر، علم مقامِ خبر
فنا کا ہوش آنا زندگی کا دردِ رحمانا
فلک بھول بھلیوں میں ڈال کھا تھا
فقط فریبِ خدو خال سن باقی ہے
فلک کے تاروں سے کیا دُور ہوگی ظلمتِ شب
فقتہ عقل کے جو یامری دنیا سے گزرتا
فضا کا ذکر کریں بحر و بر کا ذکر کریں
فلم کی گردش سے تصویریں بدلتی ہیں

اس زندگی میں کبئی کیا کیا کیا کر
نیرے نزدیک کچھ یہ دُور نہیں
وگرنہ عفو کے قابل مرے گناہ نہیں
فقر میں تیری ثواب، علم میں سستی گناہ
اہل کیا، خمارِ بادہ ہستی اتر جانا
ہم ان کو دھوئے دیا اپنی جستجو کرتے
جو چہرِ صبر کن تھی گئی شباب کے ساتھ
جب اپنے گھر کے چراغوں سے روشنی نہ ملی
میری دنیا میں محبت کے سوا کچھ بھی نہیں
بہت بلند، خردوں گھر کا ذکر کریں
عمر رفتہ کا نہ آیا پھر وہ منظر سامنے

رفیع سودا

میر

یہ حسنِ خانا

اقبال

برجِ نرائین

یاسین کا جلیز

آئندہ ان ملا

۔۔

۔۔

جانثار اختر

ندیم قاسمی

اسیر کا کو روی

ق

قسمت تو دیکھو ٹوٹی ہے جا کر کہاں
 قدر رکھتی نہیں متاعِ دل
 قباے گل کو پھار ابر گل پرین بگڑا
 قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
 قیدِ حیا و بندِ غمِ اہل میں دونوں ایک ہیں
 قطرہ اپنا کبھی حقیقت میں دریا لیکن
 قطع کیجے نہ تعلق ہم سے
 فہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو
 قطرے قطرے کا ہے نصیب جدا
 قریب یار روزِ عشرِ چھپے گا کشتوں کا خون
 تہاری و غفاری و قدوسی و حیرت
 قفس میں دیتے ہو کیا طعنِ سستِ رازی
 قفس میں جی نہیں لگتا آہ پھر بھی مرا

کچھ دُور اپنے ماتھے جب بام رہ گیا
 سائے عالم میں میں دکھا لایا
 بن آئی کچھ ننھی ننھی سے جو وہ ننھی دین بگڑا
 جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
 موت پہلے آدمی غم سے نجا پائے کیوں
 ہم کو تعلیمِ تنکِ ظرفی منصور نہیں
 کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی
 کاش کے تم مرے لئے ہوتے
 کوئی گوہر کوئی شراب ہوا
 جو چہرے سگی زبانِ خنجر ہو پکار کا آئین
 یہ چار عناصر مل تو بنتا ہے مسلمان
 فضا کھلی ہوئی ملتی تو امتحاں ہوتا
 یہ جانتا ہو کہ تنکا کبھی آشیاں میں نہیں

قیام الدین قائم

میر

آتش

ناسخ

غالب

"

"

"

مائل دہلوی

امیر مینائی

اقبال

اقبال احمد سہیل

عزیز بکھنوی

قتل اور مجھ سے سخت جان کا قتل : تیغ دیکھو ذرا کمر دیکھو
 قسمت میں خوشی جتنی تھی ہوا غم بھی ہے جتنا ہونا ہے
 گھر بھونک تماشہ دیکھ چکے اب جنگل جنگل رونا ہے
 قفس میں جب کبھی جھپکی مری آنکھ : یہ دیکھا شہین جل رہا ہے
 قبول ہے تیری کبریائی مگر کبھی یہ بھی تو نے سوچا
 یہاں بھی تو ہے وہاں بھی تو ہے غریب لسا کہاں ہیں
 قفس بھی ہے یہاں بھی گلچیں بھی کانٹے بھی
 چین کو ہم سمجھتے ہیں مگر اپنا چین اب تک
 قتل اپنا مقدمہ بیگانہ اگر ہوتا : تو پھر اپنے پرانے ہم یہاں کہاں جاتے

غزیرہ لکھنوی

سید آل رضا

منظر لکھنوی

ندیم قاسمی

ساراما دی

قتیل شرفائی

ک

جہاں آج یارب جلوہ متانہ ساقی	کہ دل آج صبر سرسبز سے ہوش لیجائے	وہی اورنگ آبادی
کون سے زخم کا کھلا ٹانگا	آج پھر دل میں درد ہوتا ہے	ضیاء الدین ضیا
کہہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ	کچھ قصرِ دل نہیں کہ بنایا جائیگا	رفع سودا
کہاں بندگی عشق ہے خداوندی	کہ ایک فن نے یہ مصرعہ غلام لیا	..
کیفیتِ چشم اسکی مجھے یاد ہے سودا	ساغر کو مے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں	..
کیا ضد مے ساتھ خدا جانے ور نہ	کافی ہے سلی کو مری ایک نظر بھی	..
کس کا ہے جگر کس پہ یہ بیدار کرو گے	لودل تھیں ہم دیتے ہو کیا یاد کرو گے	جعفر علی حسرت
کون سی رات آن ملے گا	دن بہت انتظار میں گزرے	خواجہ میر درد
کہا میں نے کتنا ہے گل کاشات	کلی نے یہ سن کر ششم کیا	میر تقی میر
کچھ نہ دیکھا کچھ بجز اک شعلہ پر بیچ و تاب	شمع تک ہم نے تو دیکھا تھا کہ پروانہ گیا	..
کیا شکوہ کریں کنجِ قفس کا دلِ مضطر	ہم نے تو چین میں بھی ٹک آرام نہ پایا	حسن دہلوی
کیا جانے کنجت نے کیا ہم پہ کیا سحر	جوبات نہ تھی ماننے کی سان گئے ہم	جبرائیل
کیا فسوں تو نے خدا جانے یہ ہم پر ارا	تجھ سے پھرنا نہیں دل ہم بہت سہرا	محمد امان نثار
کس سے تم بہکنا تھے صاحب	رات ہم بے قرار تھے صاحب	غلام علی ساغ

کچھ ایسی بن گئی تصویر اس کے دست سے	راہیں بنا کر آپ صوفیوں پر برسوں	نذر ابن راقم
کون پر سا ہے حال بسمل کا	خلق منہ دیکھتی ہے قاتل کا	علی بخش بیمار
کچھ اناڑ جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت	مال کر کھنے لگا دن ہے ابھی رات کے وقت	انش
کون کہتا ہے بولو موت بولو	ہاتھ سے میرے ایک جام تو لو	"
کوئی دنیا سے کیا بھلا مانگے	وہ تو بیماری آپ تنگی ہے	"
کون اس فصل میں دیوانہ ہوا، ہتھیار	کہ ہوا ہاتھ میں زنجیر لئے پھرتی ہے	عیشی بکھنوی
بھدرواں مسرتوں کہیں اور جا بس	اتنی جگہ کہاں ہے دل داغدار میں	بہادر شاہ ظفر
کیا کرتے ہونا ہم تم نصیحت رات دن جھک کر	اسے بھی ایک دن تم جاکے سمجھاتے تو کیا ہوتا	آتش
کسی کے محرم آب رواں کی یاد آئی	جہاں کے جو برابر کوئی جہاں آیا	"
کون سے دن نئی قبریں نہیں اس میں تھیں	یہ خراب وہی میرے کاماں کہ جو تھا	"
کیا جگہ کو چہ محبوب ہے سچاں اللہ	کوئی کعبہ کوئی جنت کوئی گلشن سمجھا	"
کہاں کہاں تھے دھونڈا بدل ہمیں لے سرت	جو شیخ کعبہ میں تو دیر میں برہمن تھا	"
ہمیں کیا ہوئی عمر کیونکر بسر	میں جاگا کیا نجات سو یا کیا	"
کشتہ ہم بھی تھی نیرنگی کے ہیں یاد ہے	اور زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے	"
کس درجہ تنگ ہوتے ہاتھوں کے اے خوں	لاؤں کہاں روز گریباں نئے نئے	"
کرین ہم کی پوجا اور چڑھائیں کو چاند ہم	صنم ہم دیر ہم تنہا ہم بت ہم برہمن ہم	ناسخ

کیا روزِ بد میں ساتھ ہے کوئی ہمنشین	ہے بھی بھاگتے ہیں خزاں میں شجر سے دور	نہاں
کی مرے قتل کے بعد اس جفا سے تو بہ	ٹائے اس زودیشماں کا پشتِ ماں ہونا	غائب
کسی نے بھی تیری طرح سے نہیں	کیتے ہیں تہی مغزِ خفا آپ اپنی	مشتعلیٰ دیر
کیونکہ نہ ٹپٹ کر تھوڑوں نے قبر	میں بھی تو جاں دے پایا ہے تجھے	” ” ”
کعبے چلتا ہوں پر استا تو بنا	میکدہ کوئی ہے زائدِ راہ میں	اسیرِ بکنوی
کیا جانے کیا لطف چلنے کے ادھر آج	جاتی ہے تو پھر کر نہیں آئی ہے نظر آج	مشرکہ آبادی
کچھ خوفِ خدا کیجئے اس طرح نہ چلئے	سویار تو اس چال پہ تلوار چلی ہے	نوابِ بگم حجاب
کہا صیاد کیسا باغیاں کس پر گری بکلی	چمن میں آتشِ گل نے ہمارا آتیاں پھونکا	دراغِ دہلوی
کمرہ دھو کا عقیقہ غزال آنکھیں پری چہرہ	فکرم ہیزید خوشبو جس دیا زباں عسی	واجہ علی شاہ اختر
کھائیہ تبا کہ چکھ چکھ کے یا گر ا کے پیوں	ملے بھرا ہوا ساغر تو ڈگڈگ کا کے پیوں	شادِ عظیم آبادی
گرد نہ کچھ فکرِ جاو سائی بہار آنے تو دو چمن میں	گلوں سے لگے کارنگِ ستی ہوا اگر لگی شراب پیدا	اکبر الہ آبادی
کعبہ دیر میں ہوتی ہے پرستش کس کی	میں سے پرتو یہ کوئی نام ہیں میخانوں کے	ریاضِ خیر آبادی
کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے	مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق	اقبال
کبھی حقیقتِ منظرِ نظرِ لباسِ حجاز میں	کہ نزارو سجدِ تر پے ہیں مری جبینِ نیاز میں	” ” ”
کچھ بھی حاصل نہ ہوا زہدِ نجات کے سوا	شغلِ بیکار میں ان کی محبت کے سوا	مشرکہ آبادی
کہیں ہ آئے مٹا دیں نہ انتظارِ کالطف	کہیں قبول نہ ہو جائے التجا میری	” ” ”

کس طرح جوانی میں چلوں اہ یہ نا صح	یہ عمری ایسی ہے سمجھانی نہیں دینا	شاعر فرما لہا ش
کیا سوال تو آواز باز گشت آئی	جواب مجھ سے طلب ہے ہر سوالوں کا	فانی بدایونی
کی سپرد درمیانہ اجل نے مری خاک	کس کو سونپا مجھے ظالم نے خدا کے بدلے	” ”
کس کام کی ایسی سچا جو تڑے امیدیں دل کی	تھوڑی سی ہوتو لگی مانا کہ وہ بول کے جھوٹ گیا	آرزو بکھنوی
کس نے بھیگے ہو بالوں سے جھٹکا پاتی	جھوم کے آئی گھٹا ٹوٹ کے برس پاتی	آرزو بکھنوی
کوچہ یار میں جانے کی کبھی خونہ گئی	تھوکر میں کھا بھی نہ سمجھنے نہ سمجھنے والے	ناظر
کون دیتا ہے دُردِ ناکامی	خونِ فرما دربر سرِ خزاں	یاسر ایٹا شکر
کتاب عمر ہے گویا انیس تنہائی	نظر میں قصہ ماضی حال ہوتا ہے	” ”
کار فرما ہے فقط حسن کا نیرنگ گماں	چاہے وہ شمع بنے چاہے وہ پروانہ بنے	” ”
کیا دردِ سحر اور یہ کیا لذتِصال	اس کے بھی کچھ بلند ملی ہے نظر مجھے	” ”
کہاں کامی کس کا ساقی کچھ اور بڑا دوسخودی کو	یہی بنا گا جام و ساغر مٹی کے گی شراب پیدا	جگر مراد آبادی
کبھی شاخ و بڑہ دیر پر کبھی غنیمتِ دکل و خار پر	میں جن میں ہے چاہا ہر مومن ہے نصیب بہار پر	” ”
جہاں بڑھ چکے ہیں کہانگ علم و فن ساقی	مگر آسودہ انسان کا تن ساقی نہ میں ساقی	” ”
کبھی ہو کا تو متاؤں گا تجھے راز عالم خیر و شر	کہیں چکا ہو شرق سے گئے ایزد و گئے اہرن	فراق گورکھپوری
کیونکر ہو ان تراب کے اعلانِ وقا میں	دامن تو ہے دبا ہوا خونِ شہدا میں	” ”
کچھ نہیں اختیار میں پھر بھی	ہر خط میری ہر قصور مرا	احسان غلامی

کارواں خود ہے اپنی گرد میں گم	پاؤں کی خاک سر پہ آئی ہے	نرائن ملا
کس وجہ کون کس ہے احساں محبت	ہر درد کے آغوش میں طوفان نظر آیا	روح صدیقی
کس نے بھیجا تھا پیامِ یوشیاؤنوں کے پاس	دامنوں کے چاک پہ پہنچے گریبانوں کے پاس	” ”
کس کو معلوم ہے ہم جس شہناں ازل	کتنے ادا ہم سے گزریے تو یقین تک پہنچے	” ”
کیا کیا ہوا، ہم سے جنوں میں نہ پوچھتے	انچھے کبھی زمیں کبھی آسماں سے ہم	مجاز
کچھ کچھ کو خبر ہم کیا کیا اگر دشمن راز بھول گئے	وہ لعلِ بریں بھول گئے وہ دید گریاں بھول گئے	” ”
کئی بار اس کا دامن بھر دیا جس دو عالم	مگر دل ہے کہ اسکی خاوریاتی نہیں جاتی	فیض احمد فیض
کتنے صدم خود ہم نے تراشے	ذوقِ پرستش اللہ اکبر	حبیب احمد
کیا موت بھی سیکھ لئے دلبری کے دھنگ	یہ طرزِ بے رخی تو اس آرام جاں کی ہے	بٹ نظر
کئے گئی کیسے گلِ نو کی زندگی یارب	کہ اس غریب کاٹوں میں گھر بھی ہے	سلام سندیلوی
کوئی اے شکیل دیکھے جو نہیں تو کیا ہے	کہ اُسی کے ہو گئے ہم جو نہ ہو سکا ہمارا	ضکیل بدایونی
کتنی امیروں کی شمعوں میں گھری ہے زندگی	جتنی روشن ہیں لوں اتنے ہی گھر سائے ہیں	احمد ندیم قاسمی
کون تاجِ جلالت کا تمنا کا چراغ	شام سے ٹوٹ گئی آس تو پھر کیا ہوگا	شاعر مکتوی
کتنے تاباں تھے وہ لہجے پہلو میں	دو گھڑی میری بھی فردوسِ مناکذری ہے	اختر اورینوی
کل جو ذکرِ جام و مینا آگیا	میری توبہ کو پسینا آگیا	نثار اداوی
کلی کی خود ہے بہر حال سکرانے کی	وگر اس کسے ہے ہوا زمانے کی	” ”

گ

گل پھیلے ہیں روں کی طرف بلکہ شمع بھی اے خاں راز چمن کچھ تو ادھر بھی رفیع سودا
 گرمیہ شب سے سرخ ہیں آنکھیں مجھ بلاتوش کو شراب کہاں میر
 گالی سہی اداسی چمن جیسے ہی یہ سب ہی پر ایک نہیں کی نہیں ہی انشا
 گلستا میں جا کر سیراک گل کو دیکھا نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے گویا
 گیا منزل پہ راقا فلفلہ آوارہ غربت میں ہم آوازِ جرس کی طرح سے تنہا کھٹکتے ہیں شاہ ظفر
 گستاخ بہت شمع سے پڑا نہ ہوا ہے سرِ حرقۃ موت آئی ہے دیوانہ ہوا ہے آتش
 جھان نہ کیونکہ کروں تجھ پہل چرنے کا جہکاکے آنکھ سب کیا ہے مسکرانے کا نظام الدین مومن
 گیسو رخ پر ہوا سے ملتے ہیں چلے اب دونوں وقت ملتے ہیں شوق بکھڑی
 گویا تھو میں جنش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے رہنے دوا بھی ساغر و مینا مرے آگے غالب
 گیا شباب پر اتارا تعلق عشق دل و جگر میں تپک گاہ گاہ ہوتی ہے تیش بکھڑی
 گلے لپٹے ہیں وہ بکلی کے در سے الہیایہ گھٹا دودن تو بر سے ریاض خیر آبادی
 گئے اس پہیلی تو احسان مانوں قفس ہے مرا آشیانہ نہیں ہے احمد سہیل
 گھٹا اٹھی سے تو بھی کھول لطفِ عزیز ساقی تیرے ہو فلک سے کیوں شرمندہ زین ساقی مجذوب
 گلشن پر ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز کا ٹھوس بھی نباہ کئے جارہا ہوں جگر مراد آبادی

گھٹے اگر تو بس اک مشت خاک ہے انسان
 بڑھے تو سمیت کوئیں میں سما نہ سکے
 گلوں سے کیسل ہے ہر سیم کے جھونکے
 قفس میں بیٹھا ہوا ماتھ مل رہا ہوں میں
 گھٹیاں اودی اودی مینکہ بروش فصل گل
 نہ جا لغزش تو ہے ایسا تو یہ کہا لڑیا
 گل و غنچہ اہل میں ہیں ترسی گفتگو کی تسکین
 کبھی کھل کے بات کہہ لکھی کر دیا اشارہ
 اگر چی جس سے جل جائے نہ آ پھل تیرا
 لگ گئی آگ تو مجھ کو ہی بجھانا ہو گا
 گزاردوں تر غم میں جو عمر خضر ملے
 تیرے نہ تار یہ دُودن کی زندگی کیا ہے
 گھر سے چلے تھے ہم تو خوشی کی تلاش میں
 غم راہ میں کھٹے تھے ہی ساتھ ہو لئے
 گل کیا جس نے وہ تھا اور مگر
 شمع نے شکوہ ہواؤں سے کیا
 گلشن گلشن شعلہ گل کی زلف کی یا چلی
 فوجوں کی بند گراں کی جرم و سزا کی یا چلی
 گو میں نے کچھ نہیں اب تک کہا ہے
 مگر پھر بھی زمانے کو گلہ ہے
 گر گئے ہیں نگاہ سے اپنی
 جب کسی نے ہمیں سنبھالا ہے

ل

لگتی ہے تو قفلِ مینا دل کو میں
 لگے منہ بھی چڑانے دیتے دیکھا لیا صاحب
 لائی جاتے قضاے چلی چلے
 لے تو چلے ہر محض دل تمہیں اس سخن میں
 لطف سے تجھ سے کیا کہوں دعا
 لاکھوں سال فرچلے ہیں منزل پہنچتے ہیں ایک
 لیریز توج تھا ایک اک خط پیمانہ
 لطف بہار کچھ نہیں گویا ہی بہار
 لوگ تر بھی ہیں جیتے بھی ہیں بتیا بھی ہیں
 لذت کبھی تھی اب تو نصبت سی ہوئی
 لاکھ آفتاب پاس ہو کر گزر گئے
 لہو میں وئی ہے تارِ خُلق انسان
 لہر کے جھوم جھوم کے لاسکر کے لا

وہ دن کلیم کہ یہ شیشہ سنگ تھا
 زبا بکری بکری کھی خبر لیمے دین بکرا
 انی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے ذوق
 ہمارے ہلو میں بیٹھ کر تم سے پہلو تھی نہ کرنا داغ
 ہائے کجخت تو نے پی سی نہیں
 اے اہلِ مآ قدر کرو نایا نہ ہو تمہا میں ہم شاد عظیم آباد
 محفل سے جو وہ اٹھ لیتے ہو انگریزی فانی تہ الیوتی
 دل کیا اجڑ گیا کہ زمانہ اجڑ گیا آرزو بکنوئی
 کون سا سحر تری چشم عنایت میں نہیں صغر گوندوی
 مجھ کو گناہ کرنے کی عادت سی ہو گئی سجدہ موہانی
 بیٹھے ہم انتظارِ سحر دیکھتے رہے جگر مراد آبادی
 ابھی یہ ل ہے شالہ تہ حیات کہاں سراج بکنوئی
 پھولوں کے رس میں چاند کی کرنیں ملائے عبد الحمید عدم

<p>الحمد لله سیدنا جعفری جاوید و شریف کوثر فاروقی</p>	<p>لاتے ہیں جیسے کوہ سے چشمہ نکال کر یہ جیاتن برہنہ اسے کیا پیریں دیں کیسے کانٹوں میں تیرے آبلہ پارہتے ہیں یہ بھی احساس کمتری تو نہیں</p>	<p>لایا چلوں بچا کے حواد سے زلیبت کو لب تیغ پر لہوئے لب زخم پر تبسم لالہ و گل کے نشیمن اتر کر کبھی دیکھ لوگ میرے جنوں پہ ہنستے ہیں</p>
---	---	--

م

مسد گل منزل شبنم ہوئی دیکھ رہے دیدہ دیدار کا
 مردل کے نشہ کو بھوفا تو ٹکڑے ٹکڑے جو کر دیا
 میں وہ قتادہ ہوں کہ بغیر زفتا مجھے نقش قدم کی طرح نہ کوئی اٹھا سکے
 میں رونے والا جہاں سے چلا ہوں جسے ابر سر سال روتا ہے گا میری تیری
 مدعی مجھ کو کھڑے صابر کہتے ہیں چپکے تم سنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہیں
 میں شکر کو کیا روؤں کہ اٹھ جائے تیرے برپا ہوئی اک مجھ پہ قیامت تو یہیں اور حسن دہلوی
 مت میرے رنگِ زرد کا چہرہ چاکر نوکریاں رنگ ایک سا ہمیشہ کسی کا نہیں رہا بہانی مصحفی
 میں اپنے سوزِ دل کو بکھاؤں تو کس طرح اب تو نہیں ہے بوند بھی آنسو کی آنکھ میں شاہ ظفر
 مرنے جیا کئے لبِ جانِ بخشِ یار سے بوسے کے انتظار میں ہم جا لب ہے تاسع
 میں ریزم سے یوں تشنہ کام آؤں گریں کی تھی تو بہ ساقی کو کیا بدلتھا غالب
 مہرِ بابو کے بلا الو مجھے چاہوں وقت میں گیا وقت نہیں ہوا کہ بچھڑا بھی نہ سکوں
 میں غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو اک گونہ بنجودی مجھے ن رات چاہئے
 میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر جذبہ دل اس پہن جا چھ لسی کہ بن آئے نہ بنے
 محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا اسی کو دیکھ کر جیتے نہیں کا فر پہ نکلے

موتن	آخر تو دشمنی ہے اشرک و دعا کے ساتھ	مانگا کریں گے اب تو دعا پھر یاری کی
ایس	جواب پھوٹے روتے جو تم ہنا کے چلے	مثال ماہی ہے آب موج تڑپا کی
جوتن بکھنوی	یوں زندگی ہم نے تری ڈوری میں لبرکی	مرمر کے اگر شام تو رورو کے سحر کی
شاد عظیم آبادی	یا شاید آپ ہی نے کی ہو "ہمیں نہیں"	میں نے وفور شوق میں شائد سنا نہ ہو
ریاض خیر آبادی	نخشہ نہ تو مجھے تری محبت سے دور ہے	میں نے کریم جان کے تجھ کو کئے گناہ
جلیل ملکیوری	یاد آگیا روٹھنا کسی کا	متھے پھیر کے یوں چلی جوانی
ماقبہ بکھنوی	زندگی بھر کی محبت کا صلہ دینے لگے	مٹھیوں میں خاک لیکر دوست کے وقت دفن
اقبال	من اپنا پرانا پانی تھا بسو میں نازی بسا	مسجد بنادی ام بھر میں یامی حرار والوں نے
اقتور	مقام بندگی دے کر نہ لو شان خداوندی	متاع بے بہا ہے درد و سوز و آرزو مند
حسرت موہانی	اب تک تو جس میں پیسے آسمان رہے	مٹی خراب ہے تیرے کو چہر میں ورنہ ہم
صفتی بکھنوی	ہم پر ہجوم ناز و اداجھی نہ کیجئے	منظور ہے جو ترک محبت ہی آپ کو
اقبال	لب کو شرمندہ دعا نہ کریں	مل ہے گا جو ان سے ملنا ہے
اقبال	اسے نیند یوں آتی اگر انتظار چھوٹا	مری لاش کے سر لے وہ کھڑے کھم رہے
اقبال	جس سانی کی فطرت کسم میں تنگ پیدا	مذاق سر بلندی ہو تو پھر حیرم کیسے
وقت کا کھوی	خیال ترک محبت تو بار بار آیا	جہاں ترک محبت نہ ایک بار ملوئی
عزیز بکھنوی	جب دل پھینکا رہے ہو کیا کرے کوئی	مانا کہ بزم حسن کے آداب ہی بہت

معصوم نظر کا کھول پناہ لگایا کھانا کیا جانے
 مرے شباب کی توبہ یہ جانے اے اعطاء
 مٹی جاتی تھی بلبل جلوہ گلہار نگیں پر
 مبارک باد اے جذبہ محبت
 مجھے دے کہ اس ناپاک دردِ سہمی میں
 ملا جو قہر تو روزِ نکاحِ جلال اور خاتیرا
 مدتوں کشمکش یاس و تمنائیں ہے
 مدتیں گزریں تری یاد بھی آئی نہ ہمیں
 مرد و ستوں کو مہم ہے ہی نور و نار کی زندگی
 مٹی نہ تیری دل جل کے داغوں سے
 مری رات کیونکر کئے گی ابھی
 مایوسیوں میں دل کا وہ عالم دم و داغ
 محبت کیلئے کچھ حاصل مخصوص ہو گیا
 محبت کس قدر یاس آفریں معلوم ہوتی ہے
 میرے ہنسے پڑنا تھے مے روئے ہنسے
 میں مسکے کی راہ سے ہو کر گذر گیا

دل آتشِ آفتاب ہے تیر چلانا کیا جانے
 تشہ کی بات نہیں اعتبار کے قابل
 چھپا کر کس ان پر وین کی آتشِ رعد کی
 افسیں اپنے پہ اب میرا گماں ہے
 بکرا جانے خود میر مذاقِ شعروں و سانی
 بڑھو گا حمت کا وہ قہر کہ سن ریکا جلال
 غم نے جیسے نہ دیا شوق نے مرنے نہ دیا
 یاد ہم بھول گئے تجھے ایسا بھی نہیں
 جو ادھر چراغِ دم کی لٹو بھی کھلے نہ
 چراغِ ہم نے جلنے تھے روشنی کے لئے
 مجھے دن کو تائے نظر آئے ہیں
 بجھتے ہو چراغ کی لوجیسے تھر تھرائے
 یہ کہنہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا
 تیرے ہونٹوں کی چٹخیں نہیں خام ہوتی
 دی ننگِ تم عشوہ گراں ہے کہ جو عطا
 درخشاں حیات کا کافی طویل تھا
 آرزو بکنہی
 حقیقت جو پوری
 اختر گو نڈوی
 حکمران آبادی
 جوش
 عبد الحسیب شیش
 خرق گو کھپوری
 آرزو صابری
 منظر بکنہی
 عبد الباقی دانی
 محمود دہلوی
 چراغ حسن مشرق
 عابد علی عابد
 عدم

میں بھول جاؤں نہ مفہوم زندگی ساقی	ذرا چھلکا ہوا سا غر شراب تو لا	عدم
منجد ہزار تک پہنچا تو بہت کی بات تھی	ساحل کے آس پاس ہی طوفان بن گئے	”
میرے خیال کی وسعت میں ہیں ہزار چین	کہاں کہاں سے نکالے گی یہ بیمار مجھے	وحشی کا پوری
مگر یہ تو جل ہوا ہے آدھی سے آدھی	سنا یہ تھا چراغ سے چراغ جلتے آئے ہیں	شاد عارفی
مرنے کی غائیں کیوں مانگوں کی غائیں کوں	یہ دنیا بویا وہ دنیا آٹ اپس دنیا کوں کرے	احسن جذبی
مقتل شوق کچھ آداب نرا ہے بہت	دل بھی قاتل کو دیا کہتے ہیں سگریلے	سردار حفصی
محب کی خیر اور بچا ہے اسی کے فیض سے	زندگیا ساقی کاٹنے کا ختم کا پیمانے کا نام	فیض
مجھے کو تو خون دل ہی پینا ہے	دست ساقی میں گرہے جام تو کیا	سلام ہندیلوی
منزل عشق کی الاماں الاماں	ہر نفس کشمکش ہر قدم استمناں	اقبال صفی پوری
میکشتی اب کی عادت سو کچھ بھی نہیں	یہ بھی اک تلخ حقیقت سو کچھ بھی نہیں	جانثار اختر
میری زندگی پہ نہ کر مجھے زندگی کا الم نہیں	جسے غم سے شیرے ہو واسطہ دہ خزان رسے نہیں	شکیل بدایونی
مر کفر حال زندہ مر از بد حال کفر ہے	میری زندگی بگڑے وہ زندگی جو بریں بریرم نہیں	”
میں کوئی پتھر نہیں انسان ہوں	کیسے کہہ دوں غم سے گھبراتا نہیں	”
میں نظری رہا تھا تو یہ دل نے بد عادی	ترا انا تھ زندگی کچھ بھی جام نک نہ پہونچے	”
میر بادوں کے آق پر آپ کے وعدوں کے چاند	قدر چکے نہیں میں جس قدر گنہائے ہیں	ندیم قاسمی
میل محل کے ابھرتی ہے جب چراغ کی لو	میں سوچا ہوں کہ ان لرزوں میں تو تو نہیں	”

میں ان میں بھی پرستار ہا ہوں اس کا	موسم گل میں چین ارا کو کیسے چھوڑوں	سلام چھٹی شہری
حسرت کی قسم تیری خوشی کے واسطے اکثر	سراپے شت کو آب و ایں کہنا ہی پڑتا ہے	جلن تھ آزاد
موسم گل ہے بادل چھا کھٹک ہے ہیں پیمانے	کیسی توبہ توبہ توبہ تندر جام کرو	نثار اادی
میں بھی کس طرح ان کو بیوفا کہوں	منزلوں کی بات ہے راستے میں کیا کہوں	نشور واحدی
معتوق ہے آئینہ طلب کے تو کیا دور	دو شہزہ انداز بہک جائے تو کیا ہو	" "
میری مژہ غم پر لڑاں ہے حقیقت سی	ان کے لب لعلیں پرافانہ چلتا ہے	" "
مردل نہ تھا صنم آشنا کتری دایہ نظر پڑی	وہ نہ جانے کونسا وقت تھا کہ بنا خون چکری	" "
ملت کی راہ و رسم محبت کے باوجود	وہ حسن آشکارا بھی ایک راز ہے	ظہیر کا شمیری
مجھے سہل گئیں منزلیں وہ ہو کر مجھ ہی بدل گئے	تراہ تھ ہاتھ میں آ گیا کہ چراغ راہ میں جل گئے	عروج سلطانی پوری
میں توجہ جانوں کہ بھر دسا غریب خاص عام	یوں تو جو آیا وہی پیر نہاں بنتا گیا	" "
میر نظرین کا چہر ان کی نظریں میرا دل	مل گئے تھے راز و رازداں کل رات کو	خاں بارہ بنگوی
ملا متوں جنوں میں نہ کچھ کمی آئی	جراحتوں بڑھی زخم دل کی رغنائی	پیام فچوری
میں ان کے سامنے سے گزرتا ہوں اس لئے	ترک تعلقات کا احساس مرنے جائے	فتا نظامی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی	مجھ کو راتوں کی سیاہی ہو کچھ نہ ملا	ساحر لدھیانوی
مرا الحاد تو خیر ایک لعنت تھا سو ہے ایک	مگر اس عالم وحشت میں کیا انوں پہ کیا گزری	" "
مجھے ستانے پہ موقوف تھی خوشی ان کی	مجھے مٹا کے مرے دشمنوں نے ہاتھ ملے	عنوان ہشتی

ساحر بکھنوی	شوق کھتا ہے کہ دو چار قدم اور بھی	منزلیں پاؤں کھڑتی ہیں ٹھہرنے کیلئے
نام معلوم	سفیدی، سیاہی، شفق، ابر یاران	نرہ برسا کا چاہو تو ان آنکھوں میں آئیے
ذکی کا کو روئی	بیونچے جو اس جگہ تو فقط سنگ میل تھا	منزل جیسے سمجھتے تھے یارانِ قافلہ
نام معلوم	ہم کیلئے ہم سے گئے ہم کی قسم ہم نہ ملا	ہم کیلئے ہم بھی گئے ہم کی قسم ہم نہ ملا
انیس بکھنوی	چین تھا دل کو جو نیند آگئی انگاروں پر	ستھ کو رکھا جو ترے آتش رخساروں پر

ناو کے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تیرے مرغِ قبلہ نما آشیانے میں سودا

ماز کی اس کے لب کی کیا کہئے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے میر

نہ یک شیخ اتنا بھی واہی تباهی
کہاں رحمت حق کہاں بے گناہی "

بہ کہو یہ کہ یار جاتا ہے
میرا صبر و قرار جاتا ہے بیک رنگ

نہ چھڑائے نکمت باد بہاری ادا لگانی
تجھے کھیل گیا سوچی ہیں ہم نیراز بھی میں انشا

سچ حال کی چیٹ پی ٹی کو دیکھتے اور دل سے
پر اپنی برائیوں پہ نہیں نظر تو نگاہوں کی برا بہادر شاہ ظفر

نہیں قفل عادیات ہے شیشہ دمدم ساقی
سو کو خم کو مئے کو میکدہ کو مئے پرستاں کو "

نظر ملا کے کہا مجھ سے میر ساقی نے
حرام کہتے ہیں جسکو یہ وہ شراب نہیں صغیر بلگرامی

نبھاں تھا دام سخت فریب آشیان کے
ارنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے غالب

نہ پھول تھے نہ چمن تھا نہ آشیانہ تھا
چھٹے اسیر تو بدلا سوا زمانہ تھا مست علی دبیر

نہ دیا ہمارے مجھے لذت آزار نے چین
دل ہوا رنج سے خالی بھی تو جی بھر آیا شیعہ

نہیں تیرا دشمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں، بسیر اگر پاروں کی چٹانوں پر اقبال

کہیں جہاں ملی جو امالی تو کہا ملی
مرجرم خاطر اب کو ترے غوبندہ نو از میں "

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسمان کیلئے
جہاں، تیری لئے تو نہیں جہاں کے لئے "

نہ کرتا ستم ہم درد مند و پر کہ دنیا میں	مباد ایک قلم اٹھ جائے تہذیب و فاداری	حسرت مومانی
تمو در انتشار دل ہے سب دنیا و مافیہا	زمانے بھر کی آبادی، و رانی مے گھر کی	سلیم پانی پتی
نہ آفریب کہ پروردہ فنا ہوں میں	نیا ہے برق کے ننگوں سے آتیاں صبا	فانی بدایونی
نشان منزلِ جاناں ملے نہ ملے	مڑے کی چیز ہے یہ ذوق جستجو میرا	دشت گلشنوی
نام منصور کا قسمت اچھا لا ورنہ	ہے یہاں کو ناسحق گو کہ سردار نہیں	آرزو بکھنوی
نیازِ عشق کو سمجھا ہے کیا نے اعطاد	ہزار دین گئے کعبے جیں میں جہار کھدی	اصغر گوندوی
نگاہ مہر سے ہے آفتابِ عالم پاک	حقیر خاک کے ذروں کو جگمگاتا جا	سراج بکھنوی
نہ ہا کوئی اداسِ حینانِ جہاں	سر زانو ہیں حسیناں جہا میرے لید	جوش ملیح آبادی
نظرِ مہ خواہ کتنی ہی خفاقی آشنا چھر بھی	ہجوم کشمکش میں آدمی گھبرائی جاتا ہے	”
ناگن کوئی بل کھاتی ہے پیہم کہ ہوا ہے	وہ رلف شکن زیر شکن کھیل رہی ہے	فراق
نیرنگ و رنگار میں کیفِ دوام دیکھ	ساقی کی سست آنکھ سے گردش میں جام دیکھ	”
نہ اسکے دامن میں الجھانے میر دامن سے یہی انگ	ہوا میر لگا رہ گیا، جوشِ شربت بجھا ہی ہے	مضطر خیر آبادی
نہ دل میں لہو ہے نہ آنکھوں میں آنسو	نعموں کی پھوڑی ہوئی آستیں ہوں	منظر بکھنوی
نادا ہسی یہ اتنے بھی ناداں نہیں ہیں ہم	خود ہم نے جا جان کے کتنے فریب کھا	غندلیب شادانی
ساز و مضر تہ جام و ساقی نہ بہا چرچا باقی	نگاہِ شمعِ سحر کے پردہ پہ نقشہِ سخن ہے باقی	اختر شیرانی
نہ چل کھلے ہیں نہ مان ملے نہ سے پی ہے	عجیب نگے ایک بہار گزری ہے	فیض احمد فیض

نہ فامری نہ بقاری مجھے اکیلے نہ ڈھونڈتے
 نئی صبح پر نظر ہے مگر آہ یہ بھی دے
 نہ کر خدا کے لئے بار بار ذکر بہشت
 نہ پوچھو کیا گذرتی ہے ل خود دیر پر اکثر
 نشاط گرمی محفل تھی جس کی تابانی
 نہیں سن اب سماع فانوس خانہ
 تا خدا موجوں کی اس نرم خراپی پہ نہ جا
 نفس تو یہاں جنتوں کی بارش ہے
 نئی بہار بنے اک نیا چمن کھل جائے
 نہیں کچھ اور تو ممکن تھی خود کشی پھر بھی
 نظر سے نظر کی لڑی جب نظر
 نہ جابر کی کیپٹک تھی یا شر کی لپک

کسی کا خیال ہو مر اکوئی وجود نہیں
 یہ سحر بھی فتنہ رفتہ کہیں شام تک پہنچے
 ہم آسمان کا مکرر فریب کیوں کھائیں
 کسی نے کو جب میرا کہنا ہی پڑتا ہے
 اسی چراغ سے کیوں انجن میں آگ لگی
 یہ گیسو بکھرتے ہیں شانہ بہ شانہ
 یہی موجیں تو بدل جاتی طوفانوں میں
 ہے بد نصیب زندگی نہ اس آئی
 سمجھ سکے کوئی مطلب اگر اشاروں کا
 ہے کوئی بات کہ جیتا ہے آدمی پھر بھی
 نظر نے نظر کو یا دل نذر
 ذرا جو آنکھ جھپک کر کھلی شباب تھا

شکلیں بد الوافی
 " "

ندیم قاسمی
 جلن ناتھ آزاد
 ادیب سہارنپوری

تشوہ واحدی
 افسر مکتوی

پیام مکتوی
 شبنم آزاد

مسکین احمد
 نامعلوم

انیس

و

والے نادانی کہ دقتِ مرگ یہ ثابت ہوا خواب تھا جو کچھ دیکھا جو سنا افسانہ تھا خواجہ میر درد
 وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لئے ہر اک چیز سے دل اٹکھا کر چلے میر
 وہ آئے نرم ہیں اتنا تو میر نے دیکھا پھر اسکے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی
 وصل میں بھی نہیں مجالِ سخن اس رسائی پہ نارسا ہیں ہم منور خاں غافل
 وہ نہیں ہو کہ رکھائی جو مل جاؤں گا آج جانا تھا تو فصدِ تری کل جاؤں گا آتش
 وہ کہہ گئے تھے کہ آئیں گے ہم چراغِ جلے تمام ارات چراغوں سے اپنے داغِ جلے ناسخ
 وہ آئیں گھر میں ہمار خدا کی قدرت سے کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں غالب
 واعظانہ تم پیو نہ کسی کو پلاسکو کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی
 دستِ جنوں کے چلیے صدقے کہ چین سے پھیلا پاؤں ہم نے گریبانِ چاک میں مومن
 وہ آئے ہیں پشیمان لاش پر اب تجھے لے زندگی لاؤں کہاں سے
 وہ شیفتہ کہ مصوم تھی حقیر کے زہد کی میں کیا کہوں رات مجھے کس گھر ملے شیفتہ
 واہ کیا اس جگہ کا شوخ ہے رنگِ بدن جامہ آبی اگر پہنا گلابی ہو گیا اسیرِ بکنہوی
 وہ بھی آنے کو ہیں قیامت بھی دیکھے کون پیشتر آئے جلیل الکپوری

<p>اقبال سہا اکبر آبادی چلبست اصغر گوندوی شفیق مخدوب حفیظ جالندہر آنند نرائن ملہا شرکت بگلری منظر لکھنوی فیض احمد فیض شکیل بدایونی شمیم کرمانی نشور واحدی حماد یارہ نیکو ساحر لدھیانوی</p>	<p>دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقیقی بھی چھوڑ دے مرگشتی بھی اک موج روا معلوم ہوتی ہے انہیں کیونکہ سادیا لہ نرنگ کا نشانہ ہیں سوحسن کروں سدا ایک ایک تمنا سے جو وقت ساتھ رہا ہی جو وقت پر سخت گیر بھی ہے کہ دل چرانے کا ان پر گمان نہیں ہوتا مرنے لوں میں نگ بھر دے لہو کو شراب کر دے ہیں گناہ بھی کرنے کو زندگی کم ہے میسر بننے کو تا سحر تکیہ پر سر رکھنا وہ دنیا چار دن بھی رہنے کے قابل نہ تھی تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے میں سکون دل کی جا کوئی دھونڈھوں سہا جو سطح بحر پر دو چار ہاتھ مار آئے وہ زندہ تر ہے جو طوفان میں ٹھیرنا جائے دریہ ہیں لبت دعائیں رکعت محبت با جوانی جہاں صبح کے دامن پہ شام ہے ساتھی</p>	<p>واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد وہ شدت سے تلاطم کی لہجہ کچھ ہے دریا وہ میں جنکا تھا دید کہ لبہ عرش پہ نام تھا وہ عشق کی عظمت سے شاید تہیں واقف ہیں وہ حقیقت سے باخبر ہے وہی علم از زندگی ہے وہ سب کے سامنے اس دگی سے بیٹھے ہیں وہ سرخوشی کے زندگی کو شباب بہر یاب کر دے وہ کون ہیں جنہیں تو یہ کی مل گئی فرصت وہ کیا جا بھلا ہوتی ہے عیش کی باتیں وہ تو کھمبے آپ کی الفت میں دل بہلا رہا وہ ویراں، میکہ خم و ساغر اداس ہیں وہ اگر برائے نہیں تو جہان رنگ و بو میں وہ تو بحر کی باتیں سنا رہے ہیں مجھے وہ زندہ ہے جو بے موج وقت کی رویاں وہ کی شب خوش فضا میں دلچسپ رہے آئیں وہ ہمیں آگیا ہو چاک کرنے پر وہ شب کو</p>
--	--	---

<p>دعویٰ غم پیری ان کا اہم سکوت دیے وجہ اداسی ہی بے نام خلش وہ کیا بنائیں نہیں خبر کیا جو کشن میں ہے یہ</p>	<p>تمام سوزش تفصیل واقعات گئی راہ و رسم دلِ ناکام سے ڈرتا ہے بیمار کا لطف ہم پوچھو کہ ہم افسوس ہے ہیں</p>
---	---

کوثر جاسی
 جاوید کمال رام پوری
 حیاتِ بکھنوی

۷

یاں کی سقیدیا میں ہم کو خل جو سواتنا ہے
 یوسف نہیں جو ہاتھ لگے چند درم میں
 یہ اندر سے اسکی عالم جس نے دیکھا ہوا وہ دم
 یاران تیز گام نے منزل کو جالیا
 یہ سن کے نصف شب کو درمیکہ کھلا
 یہ مسجد ہے یہ منجانبہ تعجب اس پہ آتا ہے
 یقین حکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
 یہ ہیکل راہیہ تھنڈا سماں یہ کیف بہار
 یوں کئی کئی طرح جب مری زندگی کی رات
 یہ کس نے شاخ گل لاکر قریب آشاں رکھ دی
 یہ حیات عالم خواب ہے گناہ ہے نہ ثواب ہے
 یوں سکرانے جاسی کلیوں میں پر گئی
 یہ عشق نے دیکھا ہے یہ عقل سے پنہاں ہے
 یہاں کو تا ہی دولت مل ہے خود گرفتاری

را کو صبح صبح کیا صبح کو جوں توں شام کیا
 قیمت دو عالم کی ہے بیعنا ہے اس کا
 نیا تیغ قضا میرا لقب ہے قال کی آستیں کا
 ہم محونا لہ جس کا رواں ہے
 مانگتا ہے اک بزرگ تہجد گزار نے
 جناح کا نقش قدم یوں بھی اور یوں بھی
 جہاد زندگانی میں ہیں میروں کی کشمیری
 یہ کوئی وقت ہے پہلو سے اٹھ کے جانے کا
 چھیرے داستانِ غم دل نے مجھے سلا دیا
 کہ میں نے شاخ گل کی بوی میں نوں زبا رکھ دی
 وہی غمزدی میں خراب ہے جسے علم از جہاں نہیں
 یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں بنادیا
 قطرہ میں سمندرِ درہ میں بیاباں ہے
 جہاں بازو سٹپتے ہیں وہیں صیاد ہوتا ہے

میر
 آتش
 ناسخ

حاکمی
 رہن خیر آبادی
 سال دہوی
 اقبال لاہوری
 دلِ نیمہ حینِ حیا
 شاہ جہاں پوری
 سلیم و حیدر الدین
 سیم اکبر آبادی
 چلبست

اصغر گوندوی
 " " " " " "

یہ وقت کا انتقام بھی ہے یہ زندگی کا پیام بھی ہے
 یوں زندگی گزار رہا ہوں تم سے بغیر
 یہی تو ہیں دستوں محکم انہی پہ قائم ہے نظم عالم
 یہاں آویزش ہی ٹھہری تو ذرے چھوڑ کر
 یہ انسان نادیدہ الفت کا مارا
 یہ بھی ہے خیال ستانے کے ساتھ ساتھ
 کیس کے آستان پر مجھ کو ذوق سجھایا
 یہی شے ہے کہ ابھرتی جو میں بندہ شوق
 یہی ہے مطلع موزوں یہی ہے جان غزل
 یہی فرط شوق کہ صورت تری نہیں دیکھی
 یادِ ماضی عذاب ہے یا رب
 یہاں تورات کی بیداریاں مسلم ہیں
 یہ نگہ ہمارا ہے کیوں نہ کر ہے تجھ کو اے ساقی
 جیت کر گس کی کلیا کیا جائے کیسے کھلتی ہیں
 یہ ہر وہ ماہ و کو اکب کی تہم لامحدود
 یہ وہ منزل ہے کہ الیاں بھی گم خاطر بھی گم
 کہ آج خسر کے سر کی ٹوپی گلاہ زور ہو گئی ہے شفیق
 جیسے کوئی گناہ گئے جارہا ہوں میں جگر
 یہی تو ہے زلزلہ آدم نگاہ میری ثواب تیرا جوش
 آدمی خور تیرے دست و گیریاں کیوں نہ ہوں
 خدا جانے کس کس کو بچہ کرے کیا نظر بکھنی
 ہم بھی بدل رہے ہیں زمانے کے ساتھ ساتھ
 کہ آج اپنی جیل اپنی جیل معلوم ہوتی ہے حسرت
 یہی بت دن آجائیں خدا ہوتے ہیں عابد
 مری جمال طرازی تمہاری سیم تنی عرش ملیانی
 مگر جیس تری تعظیم کے لئے خم ہے نشتر
 چھین لے مجھ سے حافظہ میرا اختر انصاری
 مگر وہاں جیس انکھڑیوں میں خواب نہیں مجاز
 محفل تو سونی نہ ہو چھوٹے بھی گئے آگے گئے
 جو کھلتی ہیں جونسٹی ہیں ادھر بھی ہیں بہاؤ میں خدایا
 صلائے دعوت پر وازہ ہے بشر کے لئے حبیب احمد صدیقی
 ملے آوارگی شوق کہ ہر سے گدے تاباں

یہ فکر ہے کہ ان آسوں کی دھوکوں میں
 یہ سب دستِ شبِ بھر کی سحر تو ہوئی
 نہیں اس کی یہ سستی نہ مری نہیں تری نہیں
 نیلِ الوں کو چھو اس کو دل دے سمجھے ہیں
 یقین عشق نہیں اعتبارِ حسن نہیں
 یادِ ماضی غمِ امروز امیدِ فردا
 یہ رات یہ سیکراں اندھیرے
 یادشِ بخیر تھا کبھی دوش پر آفتاب
 یونہی نالوں کے شہروں میں ملا اپنا وجود
 جسِ خود فردشِ عجیب جس ہے حسن
 یاد رکھو تو دل کے پاس ہیں ہم
 یہ بیکشتانِ یہ ستارے یہ چاندنی یہ بیمار
 یہ نظمِ عالم کہ کس عبرتِ صبحِ عشرتِ شامِ غم ہے
 یاد آئے ہیں اُف گتہ کیا کیا
 یہاں ہے جستجو منزل کی بیکار

تری خود کو کبھی نہیں آگئی تو کیا ہوگا
 مگر شفق میں مرا خونِ آرزو تو نہیں
 مگر ان کبھی ہے ضد میں ترا وطن یہ مراد وطن
 بگاڑ آئی ہو زلفیں کسی کی یا سنوار آئی
 یہ وہم کیا مے دل میں سکا جاتے ہیں
 کتنے سائے مے ہمراہ چلا کرتے ہیں
 اک دل کا چراغ جل رہا ہے
 وہ دل جو ایک قطرہ شبنم ہے ان دنوں
 کسی نے میں ان کبھول کھلا ہو جیسے
 وہ بگئے جو اس کے خریدار ہو گئے
 بھول جاؤ تو فاصلہ ہے بہت
 نگاہ میں نہ اٹھاؤں تو سب کے سب بیکار
 چراغ جلے تھے جن دم وہ دروئی ترس رہے ہیں
 ماتھ اٹھائے ہیں جب دعا کے لئے
 یہاں منزل نہیں ہے راستہ ہے

احسانِ دانش
 احمد ندیم قاسمی
 آزاد

نثار احمد نثار لاد

راز مراد آبادی

شمیم کرمانی

ظہیر کا شیمری

خیار بہ نکیوی

راکھ بکنوی

حسن بریلوی

محمود یاز ایاز

عتیق احمد عتیق

جعفر حیات بکنوی

ذکی کا کوری